قیمت: پانچ روپے Rs. 5/-

ہفت روزہ

الجمعیۃ

نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۵ ۲۹ر جنوری تا ۴ر فروری ۲۰۲۱ء — ۱۵ر تا ۲۱ر جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ

Year-34 Issue-5 29 Jan. - 4 Feb. 2021 Page 16

مغربی بنگال کے اسمبلی انتخابات ۲۰۲۱ء

ترنمول کانگریس اور بی جے پی کے درمیان ہوگا

مُقابلہ

کیا بی جے پی اپنا مشن بنگال پورا کر پائے گی؟

بی جے پی نے مغربی بنگال میں ممتا بنرجی کو اُکھاڑ پھینکنے کے لیے پوری طاقت جھونک رکھی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ بنگال کے ووٹر فتح کا تاج کس کے سر پر رکھتے ہیں۔

محمد سالم جامعی

۲۰۲۱ء میں مغربی بنگال پہلا صوبہ ہوگا جہاں مارچ اپریل میں ریاستی اسمبلی کے لیے انتخابی معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔ سیاسی پارٹیوں نے وہاں گزشتہ چھ ماہ پہلے ہی اپنی اپنی انتخابی سرگرمیاں شروع کردی تھیں جن میں بی جے پی اور ترنمول کانگریس پیش پیش ہیں، یہاں یہ اسمبلی انتخاب لڑا بھی جائے گا مودی بنام دیدی ہی۔ ایک طرف بی جے پی کی مرکزی وریاستی قیادت بشمول مرکزی حکومت بنگال کی شیرنی کو پچھاڑنے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونکے ہوئے ہے اور دوسری طرف ممتا بنرجی بھی مودی اور ان کے چاٹو کاروں کو مسلسل للکار رہی ہیں تاہم جہاں ترنمول کانگریس یہ اسمبلی انتخابات بھی سابقہ دونوں انتخابات کی طرح ممتا بنرجی کی ہی قیادت میں لڑے گی وہیں بی جے پی کے پاس بنگال میں کوئی ایسا چہرہ نہیں ہے جسے وہ سامنے لاسکے، وہ لے دے کر مشہور کرکٹر سورو گانگولی کا کبھی کبھی نام لے لیتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ابھی بھی کسی چہرے کی تلاش میں ہے جو اسے ملنا شاید آسان نہیں ہے اور حالانکہ اس کے پاس مسٹر مودی جیسا کرشماتی لیڈر موجود ہے مگر پھر بھی وہ چہرہ ڈھونڈ رہی ہے جسے اس کی حواس باختگی کی علامت ہی کہا جاسکتا ہے۔ دراصل بی جے پی اور اس کی قیادت بظاہر اپنی کامیابی کے لیے پر اعتماد نظر آرہی ہے، لیکن اندر سے وہ اتنی ہی خوف زدہ بھی ہے، وہ گزشتہ پارلیمانی انتخابات میں اٹھارہ سیٹوں پر جو ایک سو سترہ اسمبلی سیٹوں کا احاطہ کرتی ہیں، کامیابی سے پر امید ہے مگر وہ یہ بھی جانتی ہے کہ یہ اسمبلی انتخابات ہیں جو علاقائی ومقامی موضوعات پر لڑے جاتے ہیں اور بنگال میں ظاہر ہے اس میدان میں دیدی مودی سے کہیں آگے ہیں۔ (باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھئے

• نوجوانوں کے لیے اسلامی رہنما خطوط ص۵
• آزادی کی حفاظت کے لئے انصاف کی ضرورت ص۸
• ملک کے بے روزگار نوجوان کب متحرک ہوں گے ص۹
• ابتلاء وآزمائش میں مبتلا مومن کیا کرے ص۱۰

۲۰۲۱ء ہوگا عالم اسلام کے لئے فیصلہ کن سال

گزشتہ سو سال میں مشرق وسطیٰ نے ناقابل یقین تبدیلیاں دیکھیں جن میں سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ، یورپ کا تسلط، اسرائیل کا قیام اور جنگیں، عرب قوم پرستی اور سوشلزم کے تجربات، امریکی ثالثی میں اسرائیل-فلسطین امن کا خواب اور اس کے نتیجے میں ملنے والے دھوکے، انقلابِ ایران، عراق پر حملے کے بعد خطے میں امریکہ کا زوال، عرب بہار، داعش کا قیام اور اس کے نتیجے میں ہونے والی بربادی اور ایران کے ساتھ مغرب کے اتحادی عربوں کی صلح کی ناکام کوششیں شامل ہیں۔ نئی صدی میں معاہداتِ ابراہیمی کے بعد مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کا اثر و رسوخ جسے اسرائیلی تسلط سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، سب سے اہم عنصر ہے۔ اس کے علاوہ پانچ عرب ممالک شام، لیبیا، عراق، لبنان اور یمن خانہ جنگی کا شکار ہیں اور سیاسی طور پر مفلوج یا ناکام ریاست بننے کی طرف بڑھ رہے ہیں، جبکہ ترکی کی پالیسیوں کو خلافت عثمانیہ کے احیا کی کوششوں کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔ بحیرۂ روم میں ترکی کی پالیسیوں کو نیٹو کا رکن ہونے کے باوجود یورپی اتحاد کے خلاف نئی طاقت شمار کیا جارہا ہے۔

ترکی جنوب مشرق اور جنوب مغرب میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہا ہے۔ شام، عراق اور لیبیا میں ترکی کی مداخلت اور نیگورنو کاراباخ میں ترکی کی مدد سے آذربائیجان کی فتح دراصل ترکی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کے مظاہر ہیں۔ عربوں کے سماجی بائیکاٹ کی زد میں آئے قطر کے ساتھ ترکی کی گرم جوشی اسے مشرق وسطیٰ کا اہم کھلاڑی بنا چکی ہے جبکہ نیٹو کے ساتھ بڑھتے ہوئے تناؤ میں ترکی روس کے ساتھ شراکت کو بڑھا رہا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے تین بڑے ملکوں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مصر کے ساتھ بھی ترکی کے تعلقات خوشگوار نہیں رہے۔ معاشی پابندیوں کے بوجھ تلے دبا ایران اپنی تنہائی کے باوجود بغداد اور دمشق کے راستے بیروت تک اثر و رسوخ قائم رکھے ہوئے ہے۔ مصر، اردن اور خلیج تعاون تنظیم کے چند رکن ممالک اسرائیل کے ساتھ مل کر صف بندی کررہے ہیں اور اسرائیل کی فوجی، سیاسی اور انٹیلیجنس صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ معاہداتِ ابراہیمی کو مزید فروغ دینے پر کام جاری ہے۔ مزید دو مسلم ممالک جن میں ایک عرب اور ایک ایشیائی مسلم طاقت شامل ہے، جلد اس دائرے میں داخل ہوسکتے ہیں جس کے بعد سعودی عرب بھی معاہدۂ ابراہیمی قبول کرنے والا ملک بن سکتا ہے۔

معاہداتِ ابراہیمی کی صورت میں اسرائیل عرب اتحاد تشکیل پا رہا ہے جس کی بنیاد سلامتی کو درپیش خطرات پر ہے۔ اسرائیل اور عربوں کے لیے دو ہی خطرات ہیں۔ پہلا ایران اور اس کے اتحادی اور دوسرا سیاسی اسلام جس کی ایک شکل اخوان المسلمون ہے۔ ترکی اور قطر کے ساتھ عربوں کا بنیادی جھگڑا ہی اخوان المسلمون کی حمایت اور مدد پر ہے۔ ایران کا جوہری پروگرام اب خطرہ شمار نہیں ہورہا ہے بلکہ میزائل اور ڈرونز سمیت ایران اور اس کے اتحادیوں کی روایتی فوجی صلاحیتیں خطرہ شمار کی جارہی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اب تین بڑے جیو پولیٹیکل اتحادی اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ ایک ترکی اور اس کے اتحادی، دوسرا ایران اور اس کے اتحادی اور تیسرا عرب اسرائیل اتحاد۔ ترکی اور اس کے اتحادی عرب دنیا میں اخوان المسلمون کو بادشاہتوں اور آمریتوں کے لیے دردِ سر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ عرب بادشاہتوں نے اخوان المسلمون کو کالعدم دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا ہے۔ نام نہاد عرب جمہوریتوں میں بھی اخوان المسلمون اشرافیہ کے لیے خطرہ ہے۔ عرب دنیا کی بادشاہتیں اور نام نہاد آمریتیں سابق صدر مرسی کی طرح کہیں بھی اخوان کے دوبارہ نمودار ہونے اور اس کے باقی ملکوں میں اثرات کو کسی بھی صورت میں روکنا چاہتے ہیں۔ عرب بہار کے دس سال مکمل ہونے کے بعد بھی دوبارہ کسی سیاسی تحریک کا خطرہ ابھی تک صرف دبایا ہی جاسکا ہے، ختم نہیں ہوا ہے۔

ترکی اور اس کے اتحادی عرب دنیا میں اخوان المسلمون کو بادشاہتوں اور آمریتوں کیلئے دردِ سر بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ عرب بادشاہتوں نے اخوان المسلمون کو کالعدم دہشت گرد تنظیم قرار دیدیا ہے۔ نام نہاد عرب جمہوریتوں میں بھی اخوان المسلمون اشرافیہ کیلئے خطرہ ہے۔

عرب اسرائیل اتحاد کو بائیڈن انتظامیہ کے حوالے سے کچھ خدشات ہوسکتے ہیں لیکن ترکی کے حوالے سے بائیڈن کا موقف ڈھکا چھپا نہیں ہے اسی لیے اسرائیل-عرب اتحاد کو کچھ حوصلہ ہے کہ ترکی کی مخالفت میں انھیں بائیڈن انتظامیہ سے رعایتیں مل سکتی ہیں۔ البتہ اخوان کے حوالے سے بائیڈن انتظامیہ کا رویہ مختلف ہوسکتا ہے کیونکہ عرب بہار بھی اوبامہ انتظامیہ کی پیشکش تھی اور بائیڈن انتظامیہ میں اوبامہ کے بہت سے ارکان شامل ہیں۔ عرب اسرائیل اتحاد کے لیے بڑا دھچکا ہوگا۔ بائیڈن کی ایران پالیسی کسی بھی غیر متوقع واقعے یا اشتعال انگیزی میں بدل سکتی ہے اور سینیٹ پر کنٹرول کی کشمکش کا فیصلہ جارجیا میں ہونے والے رن آف کے نتیجے پر ٹکا ہوا ہے۔ غیر متوقع حالات یا اشتعال انگیزی سے بائیڈن انتظامیہ کی پالیسی بدلوانے کی کوشش انتقالِ اقتدار سے پہلے شروع ہوچکی ہے۔ ایران جوہری پروگرام کے خالق محسن فخری زادے کا قتل ایسی ہی کوشش تھی۔ ایران اس کوشش کو سمجھتا ہے اسی لیے ایران کی طرف سے ردِعمل نرم تھا۔ امریکی سینٹرل کمانڈ مشرق وسطیٰ میں بی ۵۲ طیارے اور ایف ۳۵ کا اسکواڈرن لاکر کسی بھی غیر متوقع ردِّعمل کے لیے تیار رہی لیکن ایران سخت ردِّعمل سے گریزاں ہے کیونکہ وہ انتقالِ اقتدار کا منتظر تھا۔ ❑❑

فلسطینیوں کو کورونا ویکسین سے محروم رکھنے کا صہیونی منصوبہ

اسرائیل تیزی سے اپنے شہریوں کو کووڈ ویکسین لگانے والا ملک بن چکا ہے تاہم فلسطینیوں کا الزام ہے کہ مقبوضہ مغربی کنارے میں انھیں ویکسین سے محروم رکھا جارہا ہے۔ فلسطینی اتھارٹی نے اسرائیل پر اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرنے کا الزام لگایا ہے۔ فلسطینی حکام کا کہنا ہے کہ دواساز کمپنی آسٹرازینکا سے معاہدے کے تحت انھیں کووڈ-۱۹ فلسطین کی پہلی خوراک مارچ تک ملنے کی توقع ہے۔ فلسطینی صحت عامہ کے ڈائریکٹر جنرل یاسر بوزیاہ نے خبر رساں ایجنسی رائٹر کو بتایا کہ آسٹرازینکا کے ساتھ ویکسین کے لیے اصولی طور پر ایک معاہدہ ہوگیا ہے لیکن فلسطینی حکام موڈرینا، جانسن اینڈ جانسن اور روس کے تیار کردہ اسپوتنک ویکسین کے حصول کی بھی کوشش کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ غریب اور متوسط آمدنی والے ملکوں کے لیے عالمی ادارۂ صحت کے ویکسین پروگرام کے تحت بھی فلسطینیوں کے حوالے سے آسٹرازینکا کو ای میل کیا تو دواساز کمپنی کی جانب سے فوری طور پر کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ فلسطینی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان میں کہا کہ اسرائیل ایک قابض طاقت کے طور پر اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑ کر نسلی امتیاز کا ارتکاب کرتے ہوئے فلسطینی عوام کو ان کی صحت کی دیکھ بھال کے حق سے محروم کررہا ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ فلسطینی قیادت کی جانب سے مختلف ذرائع سے ویکسین حاصل کرنے کی کوششوں کے باوجود اسرائیل فلسطینی عوام کو ویکسین فراہم کرنے کی اپنی ذمہ داریوں سے بچ نہیں سکتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ عبوری امن معاہدہ کے تحت فلسطینی اتھارٹی کو مغربی کنارے میں محدود اختیارات حاصل ہیں جبکہ غزہ میں حماس کا کنٹرول ہے۔ اسرائیل کے ویکسی نیشن پروگرام میں ملک کے عرب شہری اور مشرقی یروشلم کے فلسطینی رہائشی شامل ہیں۔ اسرائیل غرب اُردن میں رہنے والے اسرائیلی اتھارٹی کے ماتحت رہنے والے کسی بھی فلسطینی رہائشی کو ویکسین نہیں دی گئی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل سمیت دیگر حقوق انسانی کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ مقبوضہ علاقے میں فلسطینیوں کو ویکسین فراہم کرنا اسرائیل کی قانونی ذمہ داری ہے۔ دوسری طرف اسرائیلی حکام کا کہنا ہے کہ اسرائیل اپنی ضرورت پوری ہوجانے کے بعد ہی فلسطینیوں کو ویکسین مہیا کرنے پر غور کرے گا۔ عالمی ادارۂ صحت کے ایک عہدیدار نے کہا کہ ڈبلیو ایچ او نے اسرائیلی حکام کے ساتھ غیر رسمی بات چیت کی ہے تاکہ فلسطینی ہیلتھ ورکروں کو ویکسین لگائی جاسکے۔ فلسطینی علاقے میں ڈبلیو ایچ او کے دفتر کے سربراہ گیرالڈ راکن شو آب کا کہنا ہے کہ سرائیل نے اس تجویز پر غور کا عندیہ دیا ہے۔ ❑❑

ترکی کے متنازع اسکالر کو ایک ہزار سال کی سزا

ترکی کی عدالت نے ایک ۶۴ سالہ خودساختہ مذہبی اسکالر، متنازع ٹی وی شخصیت اور کاروباری شخص عدنان اکتار کو جنسی جرائم سمیت مختلف جرائم ثابت ہونے پر ایک ہزار سال سے زیادہ کی سزا سنائی ہے۔ خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق عدنان اکتار کو ترکی کی عدالت نے نابالغ لڑکیوں کے جنسی استحصال، جنسی جرائم، سیاستدانوں اور فوج کی جاسوسی، دوسروں پر تشدد کرنے اور شخصی آزادی کو سلب کرنے جیسے جرائم پر ایک ہزار ۷۵ سال کی سزا سنائی۔ عدنان اکتار کو استنبول پولیس نے ۲۰۱۸ء میں دیگر ۲۰۰؍افراد کے ساتھ گرفتار کرکے ان پر سنگین جرائم کے تحت مقدمات چلائے تھے۔ عدنان اکتار نہ صرف ترکی بلکہ دنیا بھر میں متنازع اسکالر کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے نظریات کے فروغ کے لیے ایک ٹی وی چینل بھی بنا رکھا تھا۔ عدنان اکتار کی زندگی کے حوالے سے ترکش ریڈیو اینڈ ٹیلی ویژن کارپوریشن (ٹی آر ٹی) کی خصوصی رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ انھوں نے اپنے متنازع مذہبی نظریات کے فروغ کے لیے ٹی وی چینل بھی بنا رکھا تھا جہاں سے وہ نیم عریاں خواتین کے ساتھ نشریات چلاتے تھے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ عدنان اکتار کی ٹی وی پر دکھائی جانے والی نشریات میں انھیں عام طور پر مختصر مغربی لباس میں ملبوس پرکشش خواتین کے گرد بیٹھے ہوئے دِکھایا جاتا تھا اور وہ ایسی نشریات کے دوران مذہب پر بات کرتے دِکھائی دیتے تھے۔ عدنان اکتار کو عریانیت پھیلانے اور خواتین کو جنسی شے کے طور پر پیش کیے جانے کے حوالے سے بھی پہچانا جاتا تھا۔ ٹی آر ٹی کے مطابق وہ اپنے گرد بیٹھی خواتین کو نوخیز یا چلبلی لڑکیاں یا پھر بلونگڑیاں کہتے تھے۔ وہ ٹی وی نشریات کے دوران فوج اور سیاستدانوں کے حوالے سے بھی من گھڑت دعوے کرتے تھے جبکہ ان کے کاروبار کی کمائی سے شدت پسند تنظیموں کو فنڈنگ جیسے انکشافات بھی سامنے آئے۔

دریچۂ پاکستان — سہیل وڑائچ

سرو اور گھاس

ہمارے اونچے اور لمبے سرو کے بڑے بڑے درخت بہت ہی بے فیض ہیں، نہ ان کا سایہ ہے جس سے گھاس کو پناہ مل سکے اور نہ اُن کا پھل یا بیج کسی کام کا ہے کہ اس ملک کے گھاس پھونس کو اس سے فائدہ ہوسکے۔ یہ سرو نکمّے، گونگے اور بہرے ہیں۔ انھیں اپنے مفادات، تنخواہوں اور مراعات سے غرض ہے، اپنے ہم وطنوں کی بھوک پیاس اور لاچاری سے یہ بالکل غیر متعلق ہیں۔

اونچے عہدوں اور بڑے منصبوں والے یہ سرو کے درخت دردِ دل سے عاری اور انسانیت سے خالی ہیں۔ کورونا سے ہر روز لوگ مولی اور گاجر کی طرح کٹتے جارہے ہیں لیکن یہاں پر بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ابھی تک طے نہیں ہوسکا کہ پاکستانیوں کو ویکسین کب ملے گی؟ کتنا عرصہ لگے گا؟

کیا ضروری نہیں تھا کہ ملک کے سارے وسائل، ساری توانائیاں ویکسین کو لاکر پاکستانیوں کو محفوظ بنانے پر خرچ کی جاتیں مگر مجال ہے کہ مراعات یافتہ سرو کے درختوں کے کانوں پر جوں تک بھی رینگی ہو۔

کورونا کی چند ہی منٹ کے اندر تشخیص کے لیے انالائزر غیر ممالک نے تحفے میں دیئے، یہ سارے سرو نما افسروں کے گھروں کی زینت بن گئے۔

دنیا میں ویکسین لگانے کے لیے کیٹگریز بنائی گئی ہیں، پہلے ڈاکٹروں اور ۸۰ سال سے اوپر کے معمر افراد کو ویکسین لگائی جارہی ہے کیونکہ انھیں کورونا کے حملے کا خدشہ زیادہ ہے جبکہ ہمارے پاکستان میں سارے سرو دھڑا دھڑ ویکسین لگو چکے ہیں اور گھاس پھونس یعنی عام لوگ اس بیماری میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مررہے ہیں، جس ملک میں غریب اور امیر سرو اور گھاس پھونس، مراعات یافتہ اور غیر مراعات یافتہ، افسر اور نوکر، حکمراں اور رعایا کا فرق اس قدر ہو اس ملک کا کامیابی سے چلنا محال ہوتا۔

کیا سرو کے درختوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو غریب اور لاچار کی بارش میں چھت ٹپکنے کا خیال پریشان کردیتا ہو؟ کیا ایک بھی سرو ایسا نہیں جسے گھاس پھونس کو خوراک نہ ملنے کا آئیڈیا پریشان کرتا ہو؟ کیا مراعات یافتہ اور حکمراں طبقہ میں ایک بھی ایسا نہیں جسے مہنگائی اور بیروزگاری کا مسئلہ پریشان کرتا ہو؟

کیا اونچے عہدے والوں میں ایک بھی ایسا نہیں جسے رات کو ملک میں ہونے والی ناانصافیوں پر نیند نہ آتی ہو؟ بظاہر تو یونہی لگتا ہے کہ ہمارے ملک کا اشرافیہ اور حکمراں طبقہ غیر دانشمند اور نامہربان ہے۔ وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ملک کی سمت کا تعین ہی ٹھیک طرح نہ ہو۔ سچ کہنے دیجیے کہ اس وقت ملک پر اختیار رکھنے والے لوگ معاشی مسائل تو ایک طرف ملک کے سیاسی مسائل پر بھی سنجیدگی پر غور نہیں کررہے ہیں اور نہ ہی انھیں حل کرنے کی کوشش کررہے ہیں حالانکہ اگر وہ اپنے وقتی فائدوں اور مراعات سے باہر نکل کر سوچیں تو سیاسی مسائل کو حل کرنے کا انھیں ہی دوررس فائدہ ہوگا۔ ملکی حالات پر جتنا غور کریں اتنا ہی سرو اشرافیہ پر افسوس ہوتا ہے۔ ملک کا سب سے بڑا منتخب ادارہ پارلیمان موجود ہے مگر اس کی حیثیت گھاس پھونس والی ہوچکی ہے۔ اپوزیشن اور حکومت پارلیمان میں مل بیٹھنے اور ملک کے مسائل کا حل نکالنے کو تیار ہی نہیں لگتے۔ پارلیمان کا اجلاس اس لیے بلایا نہیں جارہا کہ جیلوں میں پڑے اراکین کو بھی لانا پڑے گا اور قانون سازی اس لیے نہیں کہ جارہی کہ اپوزیشن کی بھی سننا پڑے گی، لگتا یوں ہے کہ اسپیکر قومی اسمبلی اسد قیصر جیسی متوازن شخصیت بھی حکمراں جماعت کے دباؤ میں آکر اپنی کوششیں چھوڑ چکی ہیں، اپوزیشن اب اسپیکر کے ساتھ ایجنڈے پر بات کرنے تک کو تیار نہیں۔ ڈیڈلاک ہے، مکمل ڈیڈلاک!! کیا ایسے میں ضروری نہیں کہ اعلیٰ ترین عہدوں پر براجمان فیصلہ کن طاقتیں ملک و قوم کی بہتری کے لیے کوئی کردار ادا کریں؟ کیا وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے پارلیمان کی ناکامی کا حشر دیکھتے رہیں گے؟ کیا سرو کے درخت، گھاس پھونس کی تباہی و بربادی کا منظر یونہی دیکھتے رہیں گے؟ کیا اشرافیہ کے یہ لوگ، غریب عوام کی عسرت اور بے بسی کا یونہی تماشا دیکھتے رہیں گے؟

کیا حکومت اور اپوزیشن کے درمیان ڈیڈلاک کا یونہی نظارہ کیا جاتا رہے گا اور کوئی بھی اپنا مثبت اثر اس صورتحال کو بہتر کرنے میں نہیں ڈالے گا؟ اگر معاملہ یونہی چلتا رہا تو تاریخ سرو کے ان بے فیض درختوں پر نوحہ ضرور لکھے گی اور نظام کا خون ہونے کا الزام بھی انہی پر دھرا جائے گا۔

دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سیاست سے سرو کا کیا تعلق؟ کیا پنٹاگن مثبت مشورے نہیں دیتا؟ سیاست پر جرنیل بھی دنیا بھر میں بات کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے سرو کا جب بھی جی چاہتا تھا تو وہ کسی کو ہرانے یا جتانے کے لیے اپنا زور لگاتا رہا ہے۔ کبھی کسی کو جیل میں ڈالتا رہا اور کسی کو زندان سے آزاد کرکے مراعات بھی دیتا رہا۔

۱۹۸۵ء اور ۲۰۰۲ء کی اسمبلیوں اور حکومتوں کی مثالیں اظہر من الشّمس ہیں۔ اب بھی سرو کو شجر سایہ دار سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ اگر سسٹم چل گیا تو سرو بھی سب سے اونچا اور بھرا پرا لگے گا۔ اگر گھاس پھونس مرگیا، سیاست کا جنگل اجڑا رہا تو سرو کے پت بھی زرد ہوجائیں گے۔ کہتے ہیں کہ سرو کے درخت سینٹرل ایشیا سے لاکر لگائے گئے۔ تاریخ کہتی ہے کہ مغل بادشاہ چہار باغوں اور شالیمار باغوں میں سرو کے درخت اس طرح سے لگاتے تھے کہ اونچے قد کے سرو قطار اندر قطار نظر آئیں گے مگر سرو اس طرح سے لگائے جاتے تھے کہ گھاس پھونس کی ہریالی پر ان کے قد کا اثر نہ پڑے۔

بدقسمتی یہ ہوگئی ہے کہ ہمارے نظام کے سرو کے قد تو لمبے ہیں لیکن باغ میں اپنے لمبے قد کا حسن اسے لوٹانے کو تیار نہیں۔ سرو کے اردگرد جھاڑیاں نہ ہوں، پھول پودے نہ ہوں، برگد اور پیپل نہ ہوں تو اکیلا سرو انتہائی بھدا اور لم ڈھینگ نظر آتا ہے۔ اس ملک میں موجود سرو کے درختوں کو باغبانی کا یہ سبق یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ باغ کی ہریالی کو فروغ دے کر خود بڑے نظر آسکتے ہیں جس طرح آجکل سیاسی باغ ویران اور اجڑا ہوا لگ رہا ہے۔ ایسے میں سرو کا درخت لاکھ لمبا ہو وہ حسین ہرگز نظر نہیں آسکتا۔ پاکستانی اقتدارِ اعلیٰ نے اگر تاریخ میں اپنا نام روشن رکھنا ہے تو انھیں سیاسی نظام کو چلانے کے لیے ایڈوائز اور مدد دینا ہوگی۔ صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ سرو کا سیاست سے تعلق نہیں، سیاست ہوگی تو نظام ہوگا، سرو بھی نظام کا حصہ ہے۔

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

امریکہ میں ہار گیا فاشزم

امریکہ میں اقتدار کی تبدیلی کا عمل مکمل ہوچکا ہے، ٹرمپ وہائٹ ہاؤس چھوڑ چکے ہیں اور جو بائیڈن وہائٹ ہاؤس کے مکین بن چکے ہیں۔ پوری دنیا اس تبدیلی کا استقبال کررہی ہے جبکہ ٹرمپ کی اس کے لیے ہر جگہ مذمت ہو رہی ہے کہ انھوں نے اپنے جارحانہ قدم سے امریکی جمہوریت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ لگادیا ہے۔

بڑے بے آبرو ہوکر ۱۹؍جنوری کو امریکہ کے عہدۂ صدارت سے فارغ ہوجانے والے ٹرمپ اپنے دورِ صدارت کے تمام چاروں سالوں میں اپنے بیانوں کی وجہ سے ہمیشہ ہی موضوعِ بحث رہے ہیں۔ ۲۰؍جنوری ۲۰۱۷ء کو اپنے عہدہ کے لیے حلف برداری کے بعد سے ہی ان پر غلط اور متنازعہ بیان بازی کے الزامات لگتے رہے ہیں۔ صرف امریکہ کے اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط بنائے رکھنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتے رہے۔ وہ ۱۹۹۱ء اور ۲۰۰۹ء کے بیچ اپنے ہوٹل کاروبار کو چھ مرتبہ دیوالیہ قرار دینے کے باوجود ان پر اپنا قبضہ قائم رکھنے میں کامیاب رہے تھے۔ ٹرمپ کا کہنا تھا کہ ''میں انتخابات میں بھی اسی طرح ہوٹل وکٹری حاصل کروں گا۔''

ٹرمپ کی اقتدار کی خواہش اسی سے ظاہر ہے کہ ۳؍نومبر ۲۰۲۰ء کو انتخابی نتائج کے اعلان کے بعد سے ہی وہ اپنی شکست تسلیم کرنے سے برابر انکار کرتے رہے ہیں۔ اس کے خلاف انھوں نے کئی عدالتوں میں مقدمات بھی دائر کیے اور ان میں شکست کے باوجود وہ یہی دعویٰ کرتے رہے کہ انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی گئی ہے۔ یہی نہیں حال ہی میں ۴؍جنوری کو انتخابات میں مذکورہ دھاندلی کے خلاف ہزاروں ٹرمپ حامیوں نے واشنگٹن ڈی سی میں 'امریکہ بچاؤ' ریلی نکالی جس میں ٹرمپ نے کہا ''ڈیموکریٹکس ہم سے وہائٹ ہاؤس کو نہیں چھین سکتے۔''

۶؍جنوری کو ہی جب کانگریس کے ممبران، الیکٹورل کالج، ووٹوں کی گنتی کررہے تھے اور جو بائیڈن کی فتح پر مہر لگانے والے تھے، ٹرمپ کے حامی لوگوں نے کیپٹل ہل پر ہی حملہ کردیا اور اپنے حامیوں کی ریلی میں ٹرمپ نے کہا ''بدھ کا دن افراتفری پھیلانے والا ہوگا۔'' ایک طرف ٹرمپ تقریر کررہے تھے اور دوسری طرح کافی تعداد میں ٹرمپ ٹرمپ کا نعرہ لگاتے ہوئے ان کے حامیوں کی بھیڑ نے حفاظتی انتظام کو توڑتے ہوئے امریکہ کی پارلیمنٹ کیپٹل ہل کی عمارت میں داخل ہوکر پارلیمنٹ ہاؤس کو جنگ کے میدان میں بدل دیا۔

انتہاپسندوں نے نائب صدر کے علاوہ ہاؤس اسپیکر کی کرسی پر بھی قبضہ کرلیا، وہ پارلیمنٹ ہاؤس کے گنبد پر بھی چڑھ گئے اور اس کے شیشے اور دروازے توڑ ڈالے۔ بے قابو بھیڑ کو قابو کرنے کے لیے آنسو گیس کے استعمال کے علاوہ گولی بھی چلانی پڑی جس میں ایک خاتون سمیت چار لوگوں کی موت ہوگئی جبکہ تیرہ لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ بہت سے ہنگامہ برپا کرنے والوں سے ہتھیار بھی برآمد کیے گئے۔ اس دوران ممبرانِ پارلیمنٹ کو آنسو گیس سے بچانے کے لیے گیس ماسک پہنائے گئے اور نائب صدر مائک پینس اور ممبران کو وہاں سے نکال کر محفوظ جگہوں پر پہنچایا گیا۔ ٹرمپ حامیوں سے ہتھیار ملنے کے بعد واشنگٹن میں کرفیو لگادیا گیا۔ اس کے باوجود بڑی تعداد میں کرفیو توڑ کر ٹرمپ حامی سڑکوں پر نکل آئے جس کی وجہ سے واشنگٹن میں پندرہ دنوں کے لیے ایمرجنسی لگادی گئی۔

نومنتخب صدر جو بائیڈن کو انتخابات میں ۳۰۶ ووٹ ملے جو اکثریت کے لیے ضروری ۲۷۰ سے ۳۶ زیادہ ہیں، انھوں نے ۲۰؍جنوری کو امریکہ کے ۴۶ویں صدر کے طور پر حلف بھی لے لیا ہے، اپنی مدت کار کے آخری ایام میں ٹرمپ کے ذریعہ کی گئی جمہوری قدروں کی پامالی کو دیکھتے ہوئے ان کی اپنی کیبنٹ کے ارکان بھی ششدر رہ گئے تھے۔

تمام دنیا کے لیڈروں نے ٹرمپ کے اس برتاؤ کو شرمناک اور افسوسناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ٹرمپ اپنے پیچھے سیاسی غنڈہ گردی کی ایک خطرناک وراثت چھوڑ کر جارہے ہیں۔ جہاں تک ہندستان کا تعلق ہے تو ٹرمپ کے قول وعمل میں زمین وآسمان کا فرق رہا ہے، حالانکہ انھوں نے امریکہ کا صدر بنتے وقت ہندستانی ماہرین کے امریکہ آنے پر کوئی پابندی نہیں لگانے کی بات کہی تھی لیکن بعد میں اپنے انتخابی فائدے اور علاقائی ووٹروں کو راغب کرنے کے لیے ٹرمپ نے ایچ-ون بی ویزا کے تحت ہندستانی پروفیشنلز کے لیے امریکہ آنے پر پابندی عائد کردی تھی جو تاحال جاری ہے اور حالانکہ نئے صدر جو بائیڈن نے ٹرمپ کے سترہ سیاہ اقدامات کو بیک جنبش قلم مسترد کردیا ہے، مگر ان میں انھوں نے ابھی ہندستان سے متعلق امور کو شامل نہیں کیا ہے جس کی بہت سی سیاسی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق ۶؍جنوری کا دن امریکہ کی تاریخ میں ایک سیاہ دن کے طور پر لکھا جائے گا اور ڈونالڈ ٹرمپ کے اس رویہ کو جمہوریت کا قتل قرار دیا جائے گا۔

بہرحال امریکہ میں وہ ہوگیا جس کا امکان کافی دنوں سے نظر آرہا تھا۔ ڈونالڈ ٹرمپ امریکہ میں جن طاقتوں کی قیادت کررہے تھے ان طاقتوں نے اپنا اصلی خطرناک چہرہ دکھا دیا ہے۔ امریکہ کی تاریخ میں پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پچھلے دو سو سال میں ہارنے والے لیڈروں نے اعتراضات خواہ ہزاروں کیے ہوں، انھوں نے عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا ہو لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا صدر انتخابی عمل کو لگاتار بدنام کرتا رہا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہ ہو کہ وہ ہار گیا ہے اور جب تمام دروازے بند ہوجائیں تو اپنے حامیوں کو پارلیمنٹ پر ہی حملہ کے لیے بھڑکانے پر اتر آئے۔ امریکہ جیسے قدیم جمہوری ملک میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

امریکہ میں یہ تشویش گزشتہ چھ مہینے سے ظاہر کی جارہی تھی کہ ٹرمپ ہارنے کے بعد شاید عہدہ نہ چھوڑیں۔ خود ٹرمپ نے بھی اس بات کے صاف اشارے دے دیئے تھے کہ وہ ہارنے کے بعد بھی آسانی سے نئے صدر کے لیے وہائٹ ہاؤس خالی نہیں کریں گے۔

امریکہ دنیا کی جدید تاریخ کی سب سے قدیم جمہوریت ہے۔ ۱۷۷۶ء میں امریکہ کے تیرہ صوبوں نے ایک ساتھ برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی، تقریباً چھ سال تک امریکہ کو آزادی حاصل کرنے کیلئے برطانوی افواج سے جنگ لڑنی پڑی تھی۔ جارج واشنگٹن نے اس امریکی فوج کی قیادت کی تھی اور وہی پہلے صدر بھی بنے۔ اس طرح امریکہ کو پہلا جمہوری ملک کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ اس وقت سے لے کر اب تک اس کو دُنیا کے سامنے ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے اور یہ کہا جاتا رہا ہے کہ تمام اختلافات کے باوجود امریکہ میں باہمی طور پر اختلافات کو سلجھا لیا جاتا ہے لیکن ٹرمپ نے اس روایت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ سی این این کے ایک اینکر نے صحیح کہا ہے کہ ٹرمپ نے اختلاف کا جو جمہوریت کی اصل روح ہے اسے ہی ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ انھوں نے الگ نظریہ رکھنے والوں کو ملک کے دشمن کی طرح پیش کیا اور ایسے لوگوں کے خلاف تشدد اور نفرت کا ماحول بنایا۔

جہاں تک ہندستان کا تعلق ہے، ہمارے سمجھدار اور صحیح فکر کے حامل سیاسی تجزیہ نگاروں کی اس رائے کو نظر انداز کرنا آسان نہیں ہوگا کہ ۶؍جنوری کو جو کچھ امریکہ میں ٹرمپ کی زیر قیادت ہوا بہت ممکن ہے وہی سب بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک کھیل ہندستان میں بھی دہرادیا جائے۔ امریکہ میں یہ سب کچھ اسرائیل کے پروردہ ٹرمپ کے یہودی داماد کشنر کی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا اور اپنے وطن عزیز میں اسرائیل کی ہمدرد اور اسے آئیڈیل قرار دینے والی لابی کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرکے یہ تخریبی فریضہ انجام دے سکتی ہے، کیا وہ ذہنیت جس کا مظاہرہ ٹرمپ کے چار سالہ دورِ صدارت میں ہوا کیا یہ ذہنیت آج اپنے وطن عزیز میں نہیں دیکھی جارہی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ سوشل میڈیا اور ٹی وی کے ذریعہ مخالفین اور اقلیتی طبقہ کے خلاف نفرت اور تشدد کا ماحول بنایا جارہا ہے۔ شاہین باغ کا احتجاج، کورونا کے دوران تبلیغی جماعت پر حملہ اور اب کسان تحریک کو خالصتانی بتانے کی کوشش اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ ہندستان میں بھی کم وبیش ویسی ہی صورتِ حال بنادی گئی ہے جیسی امریکہ میں ٹرمپ نے بنادی ہے۔ یہاں حکومت سے اتفاق نہ رکھنے والوں کو ملک مخالف بتایا جارہا ہے اور ملک کا دشمن کہا جارہا ہے جو ایک سوچی سمجھی پالیسی کا حصہ ہے۔ ایسی صورت میں اس امکان سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ جو کچھ امریکہ میں ہوا مستقبل میں وہی حالات ہندستان میں پیدا نہیں ہوں گے۔

ہمارے ملک میں بھی ایک لابی ایسی موجود ہے جو ہر قیمت پر اقتدار کو اپنے گھر کی لونڈی بنا کر رکھنا چاہتی ہے، اس نے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے ملک کے تمام آئینی اداروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا ہے۔ امریکہ میں ٹرمپ نے پہلے آئینی اداروں کو کٹھ پتلی بنانے کی کوشش کی تھی، وہ پہلے دھاندلی کے اپنے مفروضہ الزام کو لے کر الیکشن کمیشن گئے، وہاں ناکامی ملنے پر انھوں نے عدالتوں کا رُخ کیا اور جب وہاں بھی انھیں ناکامی ملی تو انھوں نے امریکہ کے نسل پرست جرائم پیشہ لوگوں کو آگے کرکے پارلیمنٹ ہاؤس پر ہی حملہ کرادیا جبکہ امریکہ خود کو سب سے قدیم جمہوریت کہتا ہے، ہندستان تو ابھی نوزائیدہ جمہوریت ہے حالانکہ وہ خود کو دُنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہتا ہے لیکن تاہنوز اس کی جمہوری اقدار امریکہ کی طرح مستحکم نہیں ہیں، ایسے میں اگر ہندستان میں ایسی صورت حال پیدا ہوجائے تو اسے کوئی غیر متوقع بات نہیں کہا جاسکتا۔

صورت حال بیحد سنگین ہے، ٹرمپ نے اپنے فکری ساتھیوں کو خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے اور علاقہ میں ہوں فاشزم کی ایک راہ دکھادی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے یہ فکری ہمنوا کب کہاں کیا گل کھلا دیں۔ ہندستان کی موجودہ صورتحال بلاشبہ حیرت انگیز ہے، ملک کے دانشوروں کو سوچنا ہوگا کہ آخر ہمارا سماج تو کبھی محبت، پیار، اتحاد ویکجہتی اور ایثار وقربانی کیلئے جانا جاتا تھا، آج خود غرضی، نفرت اور انتشار کا شکار کیوں ہورہا ہے۔

آخر وہ ایسے لیڈروں کی باتوں پر کیوں بھروسہ کرنے لگا ہے جنھیں وہ اپنا رہنما سمجھ کر مرنے اور مارنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ کیا سماج پوری طرح بدل گیا ہے۔ کیا عوام پر پاگل پن سوار ہوگیا ہے۔ کیا لبرل سماج یہ محاسبہ کرنے کو تیار ہے۔ ٹرمپ اور ان جیسوں کی مذمت کرنا تو آسان ہے لیکن اپنی اصلاح کیلئے خود کا محاسبہ کرنے کیلئے ہم کتنے راضی ہیں۔ اس پر بھی ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بیحد پیچیدہ معاملہ ہے اور یہ سمجھ کر کہ امریکہ میں جو ہوا وہ ایک شرمناک حرکت ہے اس پر خاموش ہوکر بیٹھ رہا جائے، یہ نہ صرف ہمارے لیے بلکہ پوری جمہوری دُنیا کے لیے خودکشی کے مترادف ثابت ہوگا۔ ▫▫

مغربی بنگال کے اسمبلی انتخابات ۲۰۲۱ء

ترنمول کانگریس اور بی جے پی کے درمیان ہوگا مقابلہ

کیا بی جے پی اپنا مشن بنگال پورا کر پائے گی؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

بی جے پی اور مودی کو برابر یہ خوف کھائے جارہا ہے کہ کہیں دہلی اسمبلی انتخابات کی طرح، جہاں بی جے پی نے کجریوال کے مقابلہ پر مودی جی کو لا کھڑا کیا تھا اور کجریوال نے بی جے پی کو شکست فاش دے کر مودی جی کو شرمندگی پر مجبور کردیا تھا، مغربی بنگال میں ممتا بنرجی نے اگر دہلی کی تاریخ دہرادی تو کیا ہوگا۔

۲۰۱۴ء کے لوک سبھا انتخابات میں فتح

کے بعد سے مودی جی کا چہرہ بی جے پی کے لیے ٹرمپ کارڈ ثابت ہوا ہے، حتیٰ کہ جن ریاستوں میں بی جے پی کے پاس کوئی بڑا لیڈر نہیں تھا، وہاں مودی کے نام سے انتخاب لڑے گئے جن میں کہیں کامیابی تو کہیں ناکامی بھی ملی۔ مثال کے طور پر جب بی جے پی نے تجرباتی طور پر کرن بیدی، جو ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، کے نام پر ۲۰۱۵ء کے دہلی اسمبلی انتخابات میں بازی کھیلنی چاہی لیکن اس وقت بی جے پی کو ملنے والی ذلت آمیز شکست کو شاید ہی وہ بھول پائے۔ اب جبکہ بنگال میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں، ایک بار پھر بی جے پی اسی الجھن کا شکار ہے کہ مودی کے نام پر الیکشن لڑنے کے بجائے وزیر اعلیٰ کے عہدے کے لیے اپنے امیدوار کا اعلان کرے یا مودی بمقابلہ ممتا کا انتہائی جوکھم والا قدم اُٹھائے۔

ماہرین کا ماننا ہے کہ بی جے پی کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ صرف مودی کے نام پر انتخاب نہ لڑے بلکہ وزیر اعلیٰ کا چہرہ سامنے کرکے ہی اسمبلی انتخاب کی حکمت عملی تیار کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے الیکشن میں جیت کے بعد یوگی آدتیہ ناتھ اور ہپلب دیب جیسے لیڈران کو سامنے نہیں لانا پڑے گا جنھیں الیکشن کا کوئی تجربہ ہی نہیں تھا اور جو مودی کے نام پر انتخابات جیتنے کے بعد سی ایم بن گئے۔ ۲۰۱۷ء کا اتر پردیش کا اسمبلی انتخاب بی جے پی نے مودی کے نام پر لڑا تھا، اس وقت ریاست میں پوری طرح مودی کا اثر دیکھا گیا تھا، یہاں تک کہ کئی جگہوں پر تو لوگوں کو بی جے پی کے امیدوار کا نام بھی معلوم نہیں تھا لیکن لوگوں نے مودی کے نام پر ووٹ ڈالے اور نوٹ بندی کے منفی رجحان کے باوجود بی جے پی کو مینڈیٹ ملا لیکن بنگال کا معاملہ تھوڑا مختلف ہے۔ یہاں ممتا بنرجی یعنی دیدی کے نام کا اثر ہے اور وہ لوگوں کے لیے بہت معنی رکھتا ہے اور یہاں مودی کے سامنے دیدی ہیں اس لیے یہاں ویسی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ حالانکہ ۲۰۱۶ء میں آسام میں بھی مودی کے نام پر الیکشن لڑا گیا اور ۲۰۱۷ء میں تریپورہ میں بی جے پی بائیں محاذ حکومت کا تختہ پلٹنے میں کامیاب ہوئی۔ اس کے برعکس مدھیہ پردیش، راجستھان، چھتیس گڑھ اور مہاراشٹر جیسی بڑی ریاستیں جو بی جے پی کے زیر اقتدار تھی اس کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔

پھر بھی یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مودی کے نام پر انتخابات لڑنے پر بی جے پی کو کامیابی ہی ملی ہے تو پھر کیوں نہ بنگال میں بھی اس فارمولے پر عمل کیا جائے۔ ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات کے دوران بی جے پی ریاست میں اپنی پکڑ بنانے میں کامیاب ہوئی ہے اور مودی کی مقبولیت میں بھی اضافہ ہوا ہے، اس کے باوجود بنگال میں بی جے پی یہ خطرہ اُٹھانا کیوں نہیں چاہتی ہے؟ پارٹی کو لگتا ہے کہ پچھلے انتخابات میں آسام، تریپورہ اور یوپی میں جس طرح کی صورتِ حال تھی، کچھ اسی طرح کے حالات بنگال میں بھی ہیں اور ووٹروں میں

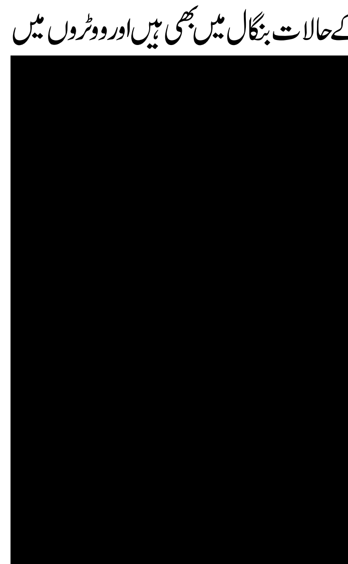

تبدیلی کی لہر چھیڑ دی گئی ہے۔ وہیں یہ بھی سچ ہے کہ بنگال کے عوام دیدی کے ساتھ ہیں اور جس طرح سے وبا کے دنوں میں دیدی نے ریاست کا ساتھ دیا اور لوگوں کے ساتھ کھڑی رہیں اس سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسری جانب بی جے پی ریاست میں پولرائزیشن کی ہوا بھی چلا رہی ہے اور سب سے اہم پارٹی میں پھوٹ ڈال کر اس کے لیڈران کو اپنی طرف کرنے کا گر بی جے پی کو

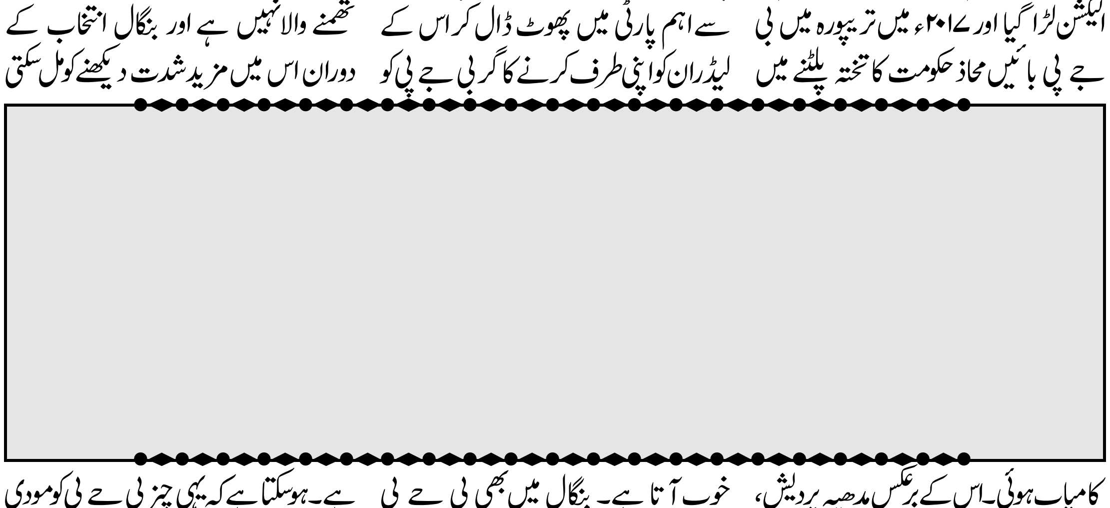

خوب آتا ہے۔ بنگال میں بھی بی جے پی دیدی کے کئی رہنماؤں کو اپنی طرف کرچکی ہے اس کے باوجود وہ اتنی پر اعتماد نظر نہیں آتی جتنی دیدی نظر آرہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ گزشتہ چند ماہ میں کئی لیڈران نے ممتا بنرجی کا ساتھ چھوڑا ہے لیکن اس سے انہیں کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ اکیلے ہی سب کے دانت کھٹے کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جہاں تک ریاست میں سیاسی آب وہوا کا تعلق ہے تو آئندہ دو ایک ماہ میں یہ بھی صاف ہوجائے گا کہ ہوا کس طرف بہہ رہی ہے۔

پی ایم مودی اور وزیر اعلیٰ ممتا کے درمیان ایک عرصہ سے تلخیاں جاری ہیں اور گزشتہ لوک سبھا انتخاب میں دونوں لیڈران نے ایک دوسرے پر الزام تراشی کی تھی اور حال ہی میں پی ایم مودی نے ممتا بنرجی پر ریاست کو تباہ کرنے کا بھی الزام لگایا ہے۔ وہیں دیدی کا الزام ہے کہ مرکز کی بی جے پی حکومت بنگال کے ساتھ ہمیشہ سے ہی سوتیلا سلوک کرتی آئی ہے۔ ان سب کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ یہ سیاسی گھمسان جلد تھمنے والا نہیں ہے اور بنگال انتخاب کے دوران اس میں مزید شدت دیکھنے کو مل سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہی چیز بی جے پی کو مودی کے نام پر الیکشن لڑنے پر مجبور کردے لیکن اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ۲۰۲۰ء کے دہلی انتخابات میں بی جے پی نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کے لیے اپنے کسی بھی امیدوار کے نام کا اعلان کرنے سے گریز کیا تھا اور وہ پھر سے کجریوال کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئی تھی۔ مودی بمقابلہ کجریوال کی لڑائی میں جیسے ۲۰۱۵ء میں کرن بیدی تھیں تب بھی بی جے پی کی شکست کی ذمہ داری قبول کرنے والا کوئی نہیں تھا اور کجریوال فاتح کے طور پر سامنے آئے تھے اور ۲۰۲۰ء میں بھی کجریوال کی شخصیت مودی کے سامنے فاتح رہی، یہ بی جے پی کے لیے کسی بڑے جھٹکے سے کم نہیں تھا۔ اسی طرح بنگال میں بھی مودی کے سامنے دیدی

ہیں جنھیں شکست دینا ان کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ کئی بی جے پی قائدین کا یہ ماننا ہے کہ بنگال میں کسی چہرے کو سامنے کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بھی دیکھا جارہا ہے کہ پارٹی سورو گنگولی کو منانے کی کوشش کررہی ہے تاکہ انھیں بی جے پی کا چہرہ بنایا جاسکے مگر وہ شاید ہی اس کے لیے تیار ہو پائیں۔ ویسے ممتا بنرجی کی شخصیت کے سامنے بی جے پی کا کوئی چہرہ شاید ہی کام آئے۔ یہ وہی ممتا بنرجی ہیں جنھوں نے بایاں محاذ کے تیس سالہ دورِ اقتدار کا خاتمہ کردیا تھا اور اقتدار میں آئیں اور اس بار بھی ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ بی جے پی اپنے کس چہرے کو سپہ سالار بناکر آگے کرتی ہے۔

بہرحال نتیجہ کیا ہوگا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا مگر موجودہ حالات بتارہے ہیں کہ مغربی بنگال میں ممتا دیدی کا مقابلہ نہ مودی جی کرسکتے ہیں اور نہ ان کا کوئی دوسرا سپہ سالار، اس انتخابی جنگ میں اس بار بھی فاتح ممتا ہی ہوں گی اس لیے کہ بنگال کے عوام ان کے نظام حکومت سے نہ صرف خوش ہیں بلکہ وہ ان کے اوپر اپنا سب کچھ نچھاور بھی کرنے کو تیار نظر آرہے ہیں۔ □□

میزان

مولانا مدثر احمد قاسمی

نوجوانوں کے لیے اسلامی رہنما خطوط

مختلف صلاحیتوں کا حامل ہونے کی وجہ سے نوجوان کسی بھی قوم کا اثاثہ ہوتے ہیں، ان کی تمام صلاحیتوں میں ایک عام فہم صلاحیت یہ ہے کہ اُن کے اندر عمر کے کسی دوسرے حصے کے مقابلے میں زیادہ توانائی ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے کما حقہ اہل ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک چشم کشا حقیقت یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ زمانے میں جہاں کسی قوم کی قوت کا اندازہ اس میں موجود نوجوانوں کی تعداد سے لگایا جاتا ہے وہیں نوجوانوں کی اہمیت کے پیش نظر ان کی تربیت اور ذہن سازی کے لیے مختلف پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں جبکہ اسلام نے آج سے تقریباً ۱۴۵۰ سال پہلے نوجوانوں کو حوصلہ بخشنے اور انھیں کارآمد بنانے کے لیے مختلف ہدایات جاری کی ہیں جن سے ایک طرف اسلام نے نوجوانوں کو جو اہمیت دی ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ نوجوانوں کے لیے اسلامی رہنمائی رہتی دُنیا تک کے لیے مشعل راہ ہے۔ آیئے! نوجوانوں کے حوالے سے مختصراً چند اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو! نوجوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقر وتنگدستی سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔‘‘ (مستدرک حاکم)

اس حدیث میں ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ کسی بھی چیز سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لیے اس کی اہمیت کا جاننا اور اندازہ لگانا ضروری ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نوجوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نوجوانی کی عمر غفلت میں گزر جائے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن کوئی بندہ اس وقت تک اپنا پاؤں نہیں اُٹھا سکے گا جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے، اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں خرچ کی، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کس طرح گزارا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا۔‘‘ (ترمذی)

یہ سچ ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کے حوالے سے احتساب کا علم ہو تو وہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتا ہے۔ اس حدیث سے نوجوانوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ آپ یہ نہ سوچیں کہ نوجوانی کو یوں ہی لاپروائی سے گزار دیا تو اس نعمت کے بارے میں آپ سے پوچھ نہ ہوگی بلکہ پوچھ ہوگی اور اس قدر سخت ہوگی کہ اس سوال سے گزرے بغیر آپ قدم بھی نہ اُٹھا سکیں گے۔

> **نوجوانوں کو جن دو باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے، اُن میں سے ایک بڑی صحبت سے بچنا ہے، جس کا آسان راستہ یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرلیں، برے لوگ از خود دور ہوجائیں گے۔ دوسری اہم بات جس سے نوجوانوں کو بچنا چاہیے وہ ہے سوشل میڈیا کا غلط استعمال۔**

مذکورہ بالا پہلی حدیث سے نوجوانی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسری سے نوجوانی کے احتساب کا علم ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جس چیز کی اس قدر اہمیت ہو اور جس کا احتساب بھی ہو، یقیناً اس چیز کو صحیح استعمال کرنے کا نتیجہ اور بدلہ بھی اسی قدر عمدہ ہوگا۔ اسی نتیجے کا علم ہمیں ذیل میں مذکور تیسری حدیث سے ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سات خوش نصیب ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی طرف سے سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ انصاف کرنے والا حکمراں ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو۔‘‘ (صحیح بخاری)

نوجوانی کی اہمیت توانائی کی بنیاد پر اجاگر ہوجانے کے بعد ایک دوسرا پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ جہاں قوت ہوتی ہے وہاں جذبات بھی شباب پر ہوتے ہیں اور احساسات میں بھی گرمی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے قوم کے بڑوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نوجوانوں کی ضروریات اور مسائل کو سمجھیں اور انھیں ایک پاکیزہ اور دوستانہ ماحول فراہم کرنے کی حتی الوسع کوشش کریں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بڑوں اور نوجوانوں میں دوری از خود بہت سارے مسائل کی جڑ ہیں، اس وجہ سے جہاں بڑے مستقل بنیادوں پر نوجوانوں پر مشفقانہ تربیتی نگاہ رکھیں اور ان کی بے راہ روی سے اوب کر کنارہ کشی نہ اختیار کریں، وہیں نوجوان بڑوں کی موجودگی کو اپنے لیے باعث خیر سمجھیں اور ان کی عزت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ بات ذہن میں اتارلیں کہ تجربات اور دانائی کی بنیاد پر بڑوں کو اُن پر فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے ان کی ہدایات زندگی کی راہوں کو روشنی دینے والی ہیں۔ بلاشبہ جب اس طرح نوجوانوں کی توانائی اور بڑوں کی دانائی کا سنگم ہوگا تو ایک مثالی معاشرہ تشکیل پائے گا۔

مذکورہ باتوں کے علاوہ نوجوانوں کو جن دو باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے، اُن میں سے ایک بڑی صحبت سے بچنا ہے، جس کا آسان راستہ یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرلیں، برے لوگ از خود دور ہوجائیں گے۔ دوسری اہم بات جس سے نوجوانوں کو بچنا چاہیے وہ ہے سوشل میڈیا کا غلط استعمال۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر تعلیمی، سماجی اور تجارتی ضروریات کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال آپ کے لیے ناگزیر ہے تو اپنے آپ کو صرف انھی ضروریات تک محدود رکھیں۔ انشاء اللہ مذکورہ اسلامی ہدایات اور خطوط پر چل کر ہمارے نوجوان اُس مقام پر پہنچ جائیں گے جس پر کسی بھی قوم کا سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے۔□□

گوشہ روزگار

ڈیزائننگ میں بھی ہیں کیریئر کے مواقع

تخلیق یا Creativity اب صرف کہانیاں لکھنے یا پینٹنگ تک ہی محدود نہیں رہ گیا ہے۔ موجودہ دور میں Creativity کئی صنعتوں کی بنیاد ہے۔ آپ اپنی دلچسپی اور تعلیمی صلاحیت کے مطابق ڈیزائننگ کی کسی بھی فیلڈ میں اپنے مستقبل کی سمت طے کرسکتے ہیں۔

انڈسٹریل ڈیزائننگ

انڈسٹریل ڈیزائنر ٹی وی، ریڈیو، ٹیلی فون، کمپیوٹر، آفس ایکسیسریز، کھلونے وغیرہ تمام مصنوعات کی ڈیزائننگ کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے لیے مصنوعات کی ڈیزائننگ کے ساتھ ساتھ ان کے سیفٹی اور استعمال دونوں پر ہی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ سائنس کے طالب علموں کے لیے یہ ایک اچھا متبادل ہے۔ اہم ادارے: ☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ڈیزائن، احمد آباد www.nid.edu ☆ انڈسٹریل ڈیزائن سینٹر، آئی آئی ٹی، ممبئی www.idc.iitb.ac.in ☆ سینٹر فار پروڈکٹ ڈیزائن اینڈ فیکچرنگ www.cpdm.iisc.ernet.in

ایکسیسریز ڈیزائننگ

اپنے بہتر لک کے تئیں لوگوں کی بڑھتی دلچسپی کا ہی نتیجہ ہے کہ ایکسیسریز ڈیزائنروں کی بھی مانگ میں کافی اضافہ ہونے لگا ہے۔ اس کے تحت جویلری، گھڑیاں، ہینڈ بیگ، چوڑیاں، کانوں کی بالیاں، بیلٹ وغیرہ کے نئے نئے ڈیزائن تلاش کیے جاتے ہیں۔ اہم ادارے: ☆ انڈین ڈائمنڈ انسٹی ٹیوٹ www.diamondinstitute.net ☆ آرک اکیڈمی آف ڈیزائن، جے پور www.archedu.org

موٹر ڈیزائننگ

گاڑیاں بنانے والی کمپنیوں کے درمیان بڑھتی ہوئی مسابقت کی وجہ سے موٹر ڈیزائننگ ایکسپرٹ کی مانگ بڑھنے لگی ہے۔ موٹر ڈیزائنر بننے کے لیے ضروری ہے کہ آپ آٹوموبائل انجینئرنگ میں بی ای یا بی ٹیک کی تعلیم حاصل کریں اس کے تحت انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ دستیاب ہیں۔ اہم ادارے: ☆ مدراس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، چنئی www.mitindia.edu ☆ رستم جی انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، گوالیار www.rjit.org

فرنیچر ڈیزائننگ

فرنیچر ڈیزائننگ بھی ایک بہتر کیریئر آپشن ہے۔ کورس کے تحت فرنیچر ڈیزائننگ کے ساتھ ساتھ اس کے رکھ رکھاؤ پر بھی باریکی سے نگاہ رکھی جاتی ہے۔

اہم ادارے: ☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ڈیزائن، احمد آباد www.nid.edu ☆ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کرافٹ اینڈ ڈیزائن، جے پور www.iicd.ac

گرافک اور ویب ڈیزائننگ

گرافک ڈیزائنر جہاں اخبارات و رسائل کے لے آؤٹ بنانے کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں وہیں ویب ڈیزائنر ویب سائٹ بنانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ ملٹی میڈیا کے کورس کرنے کے بعد کارٹون میکنگ اور کمپیوٹر گیمنگ کی فیلڈ میں اپنے ہنر کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے۔ اشتہارات کی فیلڈ میں بھی اس کے ماہرین کی مانگ ہے۔ اہم ادارے: ☆ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی www.jmi.ac.in ☆ مایا اکیڈمی آف ایڈوانسڈ اسٹے ٹکس www.maacindi.in

فٹ ویئر ڈیزائننگ

فٹ ویئر ڈیزائننگ کے تحت سینڈل، چپل، جوتوں، اسپورٹس، شوز وغیرہ کی ڈیزائننگ کی جاتی ہے۔ فٹ ویئر مینوفیکچرنگ سے متعلق تمام کمپنیوں میں ٹرینڈ پروفیشنل کی مانگ ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔

اہم ادارے: ☆ فٹ ویئر ڈیزائن اینڈ ڈیولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ، نوئیڈا www.fddiindia.com ☆ ہرکورٹ بٹلر ٹیکنالوجیکل انسٹی ٹیوٹ، کانپور

فیشن ڈیزائننگ

فیشن ڈیزائننگ کا کورس کر کے کسی ڈیزائنر کے ساتھ کیریئر کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ریٹیل شوروم اور ایکسپورٹ ہاؤس میں جاب مل سکتا ہے۔ خود کا کام بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ ٹیکسٹائل ڈیزائننگ بھی فیشن انڈسٹری کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کے تحت فیبرک، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کی پوری جانکاری دی جاتی ہے۔□□

دریچے

م۔س۔ج۔

کورونا کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال ابتر ہوئی: ہیومن رائٹس واچ

بین الاقوامی تنظیم ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ چین، امریکہ، پاکستان، ہندستان، ایران سمیت دنیا کے بیشتر ملکوں میں کورونا وبا کے دوران انسانی حقوق کی پامالیوں میں اضافہ ہوا۔ سالانہ رپورٹ میں دنیا کے ایک سو سے زائد ملکوں میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ پیش کیا گیا۔

امریکہ: ایچ آر ڈبلیو کے ایگزیکیٹو ڈائریکٹر کینتھ روتھ نے ڈی ڈبلیو سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے انسانی حقوق کے مقصد کو پوری طرح ترک کردیا۔ انھوں نے نومنتخب صدر بائیڈن سے اپیل کی کہ ٹرمپ نے امریکہ کے اندر اور واشنگٹن کی خارجہ پالیسیوں کے ذریعہ بیرونی ملکوں کے حوالے سے حقوق انسانی کے متعلق جو رویہ اختیار کیا اسے تبدیل کرکے اس کی اصل شکل میں بحال کریں۔ ایچ آر ڈبیو نے اپنی رپورٹ میں داخل امور کے حوالے سے ٹرمپ کے موقف کی بھی نکتہ چینی کی ہے۔ ان میں امیگریشن سے متعلق پالیسیاں، ماحولیاتی تبدیلی کو نظرانداز کرنا، ہم جنس کمیونٹی کے تحفظ سے متعلق قوانین کو کالعدم قرار دینا وغیرہ شامل ہیں۔ تنظیم نے امریکہ میں نسلی برابری کے لیے متحرک بلیک لائیوز میٹر کے مظاہرین کے ساتھ انصاف کرنے، پولیس کی زیادتیوں کا احتساب اور نسلی اصلاحات متعارف کرانے کی اپیل کی ہے۔

پاکستان: رپورٹ میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ گزشتہ سال کے دوران حکومتی عہدیداروں اور پالیسیوں پر نکتہ چینی کرنے والے حقوقِ انسانی کے علمبرداروں، وکلاء اور صحافیوں کو ہراساں کیا گیا جبکہ اپوزیشن کے اراکین اور حامیوں کے خلاف کارروائیاں کی گئیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسلام پسند جنگجوؤں نے قانون نافذ کرنے والے عہدیداروں اور مذہبی اقلیتوں پر حملے کیے جن میں درجنوں افراد مارے گئے۔

ہندستان: ایچ آر ڈبلیو نے کہا ہے کہ ۲۰۲۰ء میں ہندستان میں بی جے پی کی حکومت اور اس کی پالیسیوں کی نکتہ چینی کرنے والے کارکنوں، صحافیوں اور دیگر افراد کو ہراساں کرنے اور جیلوں میں ڈالنے کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بی جے پی حکومت نے سیاسی بنیادوں پر مقدمات دائر کیے۔ حقوقِ انسانی کے کارکنوں، طلبہ، رہنماؤں، ماہرین تعلیم، اپوزیشن رہنماؤں اور دیگر ناقدین کے خلاف ملک میں غداری اور انسداد دہشت گردی جیسے سخت قوانین کے تحت مقدمات دائر کیے گئے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ گزشتہ برس فروری میں دہلی میں فرقہ وارانہ فسادات اور جنوری ۲۰۱۸ء میں مہاراشٹر ریاست کے بھیما کورے گاؤں میں ذات پات پر تشدد میں بی جے پی کے حامی ملوث تھے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ پولیس نے جانبدارانہ تفتیش کی جس کا مقصد مخالفین کو خاموش کرنا اور مستقبل میں حکومت کے خلاف مظاہروں پر قدغن لگانا تھا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس دوران ہندستانی حکام نے غیر ملکی فنڈنگ سے متعلق ضابطوں کی آڑ میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کو نشانہ بنایا۔ ایچ آر ڈبلیو کی جنوبی ایشیا ڈائریکٹر میناکشی گنگولی کا کہنا تھا کہ ۲۰۲۰ء میں مسلمانوں، اقلیتوں اور خواتین پر بڑھتے ہوئے حملوں کو روکنے کے بجائے ہندستانی حکام نے حکومت مخالف آوازوں کو دبانے کے لیے اپنی کارروائیاں تیز کردیں۔

افغانستان اور ایران: ایچ آر ڈبلیو نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ افغان فورسز، طالبان اور دیگر مسلح گروپوں کے درمیان گزشتہ برس کے ابتدائی نو ماہ کے دوران چھ ہزار سے زائد شہری ہلاک ہوئے۔ افغان حکومت جنسی زیادتی، اذیت اور شہریوں کی ہلاکت میں ملوث اعلیٰ عہدیداروں کے خلاف کارروائی کرنے میں ناکام رہی جبکہ صحافیوں کو طالبان اور حکومتی عہدیداروں دونوں سے ہی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔

چین اور روس: رپورٹ میں چین اور روس میں بھی انسانی حقوق کی ابتر صورتِ حال کا ذکر شامل ہے۔ ہیومن رائٹس واچ کا کہنا ہے کہ ایرانی حکام نے مخالفین کے خلاف کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ دوسری طرف امریکی پابندیوں کی وجہ سے ضروری ادویات تک ایرانی عوام کی رسائی متاثر ہوئی ہے اور ان کی صحت کے حق کو نقصان پہنچا۔ چین میں سنکیانگ صوبے میں ایغور مسلمانوں کو جیلوں میں ڈالنے اور ہانگ کانگ میں قومی سلامتی کا قانون نافذ کرنے پر بیجنگ پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ روس کے حوالے سے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کورونا وائرس کی آڑ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں تیز کی گئیں، کئی نئی پابندیاں عائد کی گئیں اور پرائیویسی کے حقوق کو پامال کیا گیا۔ ایچ آر ڈبلیو نے رپورٹ میں کورونا وائرس کی وبا کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو بھی اجاگر کیا اور بحران کے دور میں مالی امداد کو انسانی حقوق کا حصہ قرار دیا ہے۔

کورونا لاک ڈاؤن میں مسلمانوں کے ساتھ مسیحی برادری کو بھی نشانہ بنایا گیا

ایوینجلیکل فاؤنڈیشن آف انڈیا کے مذہبی آزادی کمیشن کی رپورٹ

ہندستان میں عیسائیوں کے خلاف نفرت اور نشانہ بنا کر تشدد کے عنوان سے ایک رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ ہندستان کی مسیحی اقلیتی آبادی پر لگاتار حملے جاری ہیں اور کورونا وائرس لاک ڈاؤن کے دوران اس میں کافی اضافہ ہوا۔ ایوینجلیکل فاؤنڈیشن آف انڈیا کے مذہبی آزادی کمیشن کی ۲۰۲۰ء کی سالانہ رپورٹ میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت کی فضا کا ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگرچہ مسلمان سب سے اہم نشانہ تھے، لیکن مسیحی برادری اور بالخصوص ملک بھر کی متعدد ریاستوں کے دیہی علاقوں میں پادریوں کو تشدد کا نشانہ بنانے، ان کی اجتماعی دعا کی مجلس میں خلل ڈالنے کے ساتھ عبادت گاہوں پر حملے کیے گئے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کورونا لاک ڈاؤن کے دوران مسیحی برادری کو سیاسی تعصب، پولیس کی غنڈہ گردی اور ہندوتو گروپوں کا نشانہ بننا پڑا۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ فاؤنڈیشن کے مذہبی آزادی کمیشن اور دیگر عیسائی ایجنسیوں سمیت پانچ سال قبل فاؤنڈیشن کے تعاون سے قائم ایک قومی ہیلپ لائن نے اس طرح کے ۳۲۷ معاملے کو درج کیے جن میں کم از کم پانچ افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور چھ گرجا گھروں کو جلایا گیا یا مسمار کیا گیا اور سماجی بائیکاٹ کے ۲۶ واقعات ریکارڈ کیے گئے۔ کمیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ان میں وہ واقعات شامل نہیں ہیں جن کو رپورٹ نہیں کیا گیا۔ اس رپورٹ میں مسلمانوں اور ہندو خواتین کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سب سے زیادہ تشویشناک پیش رفت ظالمانہ مذہبی آزادی ایکٹ کے دائرۂ کار میں توسیع ہے۔ انسدادِ تبدیلی مذہب کے نام سے مشہور اس قانون کو بی جے پی کے زیر اقتدار سات ریاستوں میں نافذ کیا گیا۔ کمیشن نے کہا ہے کہ پہلے ان کے نشانے پر صرف عیسائی تھے لیکن اب انھوں نے لو جہاد کی آڑ میں مسلمانوں کو نشانہ بنانا شروع کردیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسلاموفوبیا پر مبنی لو جہاد کی اصطلاح چند سال قبل اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ذریعہ رائج کی گئی تاکہ مسلم مرد اور ہندو خواتین کے مابین شادیوں کو بدنام کیا جاسکے۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ قانون میں گرچہ کہا گیا ہے کہ زبردستی یا دھوکہ دھڑی سے مذہب کی تبدیلی پر سزا دی جائے گی تاہم عملی طور پر اس سے بین مذاہب سبھی شادیوں کو جرم بنا دیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ہائی کورٹ کی جانب سے نوجوان مرد اور خواتین کو اپنی پسند کی شریک حیات منتخب کرنے کی آزادی کے حکم کے باوجود اس کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اتر پردیش، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش اور تمل ناڈو ان ریاستوں میں شامل ہیں جہاں مسیحی برادری پر تشدد کے واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔

بی جے پی جب بھی بیک فٹ پر ہوتی ہے وہ لوگوں پر ذاتی حملے شروع کردیتی ہے

مودی حکومت کو جیتنا ہوگا کسانوں کا بھروسہ

ہریانہ کانگریس کی صدر اور سابق وزیر کماری شیلجا کا انٹرویو

کسان تحریک کے دوران کانگریس سوالوں کے گھیرے میں ہے۔ سونیا گاندھی، راہل گاندھی سے لے کر پارٹی کے کئی سینئر لیڈران کے پرانے ایسے بیانات سامنے آرہے ہیں جن میں وہ تقریباً انہیں باتوں کی وکالت کررہے ہیں جو کسان قانون کا حصہ ہیں اور راہل گاندھی کے غیرملک چلے جانے کی وجہ سے ان کی شخصیت کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ پارٹی کو ان کے دفاع میں کئی دلیلیں دینی پڑی ہیں۔ کانگریس پارٹی سے متعلق انھی تمام مسئلوں پر سابق وزیر اور موجودہ ہریانہ کانگریس صدر کماری شیلجا سے بات ہوئی، پیش ہے اس کے حصے۔

س: آپ ہریانہ سے تعلق رکھتی ہیں جہاں کسان تحریک کا بڑا اثر دیکھا جارہا ہے۔ تحریک ختم ہو اس کے لیے آپ کی نظر میں کیا راستہ ہوسکتا ہے؟

ج: مودی حکومت کو کسانوں کا بھروسہ جیتنا ہوگا، سرکار کی نیت پر سوال اس لیے اٹھ رہے ہیں کہ اس نے ابھی تک جتنے بھی کام کیے ہیں وہ سب کارپوریٹ کے مفاد کو دھیان میں رکھ کر کیے گئے۔ کسان بل لانے سے پہلے آپ نے کارپوریٹ سے بات کرلی لیکن کسانوں کو اعتماد میں نہیں لیا۔

س: لیکن آپ کی ہی پارٹی کے رہنماؤں کے پہلے کے کئی ایسے بیانات سامنے آچکے ہیں جن میں وہ

ایسا نہیں ہوسکتا کہ پارٹی جب عروج پر ہو تو سب اس کا حصہ بنیں اور زوال پر ہو تو انگلیاں اُٹھانے لگیں۔ آج جو لوگ آواز اُٹھا رہے ہیں ان میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جنھوں نے پارٹی کے اچھے دور میں اقتدار کا مزہ اُٹھایا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس طرح کی باتیں کرنے کے بجائے سب پارٹی کو آگے بڑھانے میں اپنی مدد دیں۔

تقریباً ان ہی باتوں کا مطالبہ کررہے ہیں جن کا ذکر نئے قانون میں ہے، پھر آپ کی مخالفت کیوں؟

ج: آج بی جے پی ہمارے انتخابی منشور کی دہائی دے کر ہم پر الزام لگا رہی ہے تو اسے ثابت کرنا چاہیے کہ اس نے ہمارے انتخابی منشور کو نافذ کرنے کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے، اگر ایسا ہے تو اسے سب سے پہلے ہمارے انتخابی منشور کے اس دعوے کو پورا کرنا چاہیے جس میں ہم نے ہر غریب خاندان کو کم از کم آمدنی پروگرام کے تحت ۷۲ ہزار روپے سالانہ دینے کی بات کہی تھی۔

س: کسان تحریک چل رہی ہے، اسی دوران خود کانگریس کا یومِ تاسیس بھی تھا، ایسی حالت میں راہل گاندھی کے بیرون ملک چلے جانے کو کیا مناسب سمجھا جارہا ہے؟

ج: بی جے پی کی پرانی عادت ہے کہ جب وہ بیک فٹ پر ہوتی ہے تو ذاتی حملے شروع کردیتی ہے۔ اپوزیشن میں کسی نے اگر نئے قوانین کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ کھل کر مخالفت کی تو وہ راہل گاندھی ہیں۔ اگر چار دنوں کے لیے وہ ذاتی طور پر موجود نہیں ہیں تو کیا ہوا، وہ مسلسل آواز بلند کررہے ہیں۔ پوری کانگریس پارٹی کسانوں کے ساتھ کھڑی ہے۔

س: ویسے کیا وجہ ہے کہ تمام کوششوں کے باوجود کانگریس پٹری پر لوٹتی نظر نہیں آرہی ہے؟

ج: کانگریس ایک پرانی پارٹی ہے جو سیاسی تحریک پیدا ہوئی ہے، ہم کارڈ ہولڈر نہیں، لوگوں سے جڑے ہوئے لوگ ہیں۔ جب ہمیں لوگوں کی حمایت نہیں ملتی تو ہم واپس لوگوں کے درمیان جاتے ہیں اور محنت کرتے ہیں۔ لوگ کانگریس کو دوبارہ لے کر آتے ہیں۔

س: لیکن پارٹی کے ۲۳ سینئر لیڈروں نے بھی پارٹی کی موجودہ حالت پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے؟

ج: ایسا نہیں ہوسکتا کہ پارٹی جب عروج پر ہو تو سب اس کا حصہ بنیں اور زوال پر ہو تو انگلیاں اُٹھانے لگیں۔ آج جو لوگ آواز اُٹھا رہے ہیں ان میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جنھوں نے پارٹی کے اچھے دور میں اقتدار کا مزہ اُٹھایا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس طرح کی باتیں کرنے کے بجائے سب پارٹی کو آگے بڑھانے میں اپنی مدد دیں۔

س: ریاستوں میں علاقائی پارٹیوں کو کانگریس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ نظر آنے لگا ہے۔ کیا یہ کانگریس کی سالمیت کے لیے خطرہ نہیں ہے۔

ج: کانگریس کا نظریہ وطن پرستی سے وابستہ ہے۔ کانگریس اور آزادی کی لڑائی ملک میں ساتھ ساتھ آگے بڑھی ہے۔ ہم پر فریب وطن پرستی کی بات نہیں کرتے، کچھ لوگ ملک میں قومیت کا مصنوعی مطلب گڑھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ ہیں تو وطن پرست ہیں اور مخالف ہیں تو غدار۔ ایسی وطن پرستی اس ملک کی تہذیب اور مٹی میں نہیں ہے۔

س: ہریانہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کانگریس میں جتنے لیڈر اتنے خیمے ہیں، کیا یہ سچ نہیں ہے؟

ج: وہاں خیمہ بازی کی بات اس لیے کہہ دیتے ہیں کیونکہ وہاں سب نیتا ایک سے ایک بڑھ کر ہیں،

کانگریس کا نظریہ وطن پرستی سے وابستہ ہے۔ کانگریس اور آزادی کی لڑائی ملک میں ساتھ ساتھ آگے بڑھی ہے۔ ہم پر فریب وطن پرستی کی بات نہیں کرتے، کچھ لوگ ملک میں قومیت کا مصنوعی مطلب گڑھنے کی کوشش کررہے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ ہیں تو وطن پرست ہیں اور مخالف ہیں تو غدار۔ ایسی وطن پرستی اس ملک کی تہذیب اور مٹی میں نہیں ہے۔

بی جے پی جیسا حال نہیں ہے کہ کسی کو بھی کٹھ پتلی کی طرح بٹھا دیا جاتا ہو۔ ہریانہ میں ہمارے جو وزیر اعلیٰ ہیں کیا انھیں کرسی پر بیٹھنے سے پہلے سیاسی طور پر کوئی جانتا تھا۔

س: بلدیاتی انتخابات کے نتیجوں کے بعد آپ ہی کی پارٹی کے سابق وزیر اعلیٰ ہڈا نے کہا تھا کہ اگر شیلجہ مجھے بلاتیں تو میں ان کے علاقے میں ضرور جاتا، کیا یہ گروپ بندی کی طرف اشارہ نہیں کرتا؟

ج: آپ نے جس لیڈر کی بات کہی وہ ہمارے سینئر اور سمجھدار لیڈر رہیں، مجھے لگتا ہے کہ وہ جو بھی بیان دیتے ہوں گے وہ اپنے فہم و بصیرت سے دیتے ہوں گے۔ جہاں تک ان کو بلانے کی بات ہے تو میں نے سبھی کو مدعو کیا تھا۔ ❑❑

کولکاتہ کو دوبارہ ہندوستان کا دارالحکومت بنایا جائے: ممتا بنرجی

نیتاجی سبھاش چندر بوس کی ۱۲۵ویں جینتی کے موقع پر چیف منسٹر مغربی بنگال ممتا بنرجی نے مطالبہ کیا کہ کولکاتہ کو پھر سے ملک کا دارالحکومت بنایا جائے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ نہ صرف کولکاتہ بلکہ ملک کے چاروں حصوں میں چار دارالحکومت بنائے جائیں۔ چیف منسٹر نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ پارلیمانی اجلاس ملک کے چار دارالحکومتوں میں منعقد کیا جائے۔ ممتا بنرجی کی تجویز کے مطابق کولکاتہ کے علاوہ جنوبی ہند، شمالی ہند اور شمال مشرقی ہند سے ایک ایک دارالحکومت کا اعلان کیا جائے۔ ممتا بنرجی نے کہا کہ تحریک آزادی بنگال اور بہار سے شروع ہوئی تھی۔ مہاتما گاندھی، بیلے گھاٹ آتے تھے اور احتجاج کرتے تھے۔ سماجی اصلاحات کی کئی تحریکیں بنگال سے شروع ہوئی تھیں لہٰذا بنگال کو کسی بھی طرح محروم نہیں کیا جاسکتا۔ چیف منسٹر مغربی بنگال نے ۲۲رجنوری کو شیام بازار تا ریڈ روڈ مارچ کی قیادت کی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ نیتاجی اتنے دور اندیش تھے کہ انہوں نے ملک کی آزادی سے قبل پلاننگ کمیشن اور آزاد ہند فوج کا تصور پیش کیا تھا۔ بی جے پی والے آج نیتاجی کی تعریف کررہے ہیں لیکن ان ہی لوگوں نے پلاننگ کمیشن برخواست کردیا۔ نیتاجی جینتی کو پراکرم دیوس کے طور پر منانے کے مرکز کے فیصلہ پر تنقید کرتے ہوئے ممتا بنرجی نے کہا کہ مجھے لفظ پراکرم سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے نیتاجی کا دیش پریم سمجھ میں آتا ہے۔ نیتاجی ایک فلسفہ تھے، ایک جذبہ تھے اور وہ اتحاد بین المذاہب پر یقین رکھتے تھے۔ چیف منسٹر نے کہا کہ ہم نے آج کے دن کو دیش نائک دیوس کیوں قرار دیا؟ اس لئے کہ ٹیگور نے نیتاجی کو یہ خطاب دیا تھا۔ اس لئے کہ نیتاجی نے ٹیگور کے گیت کو قومی ترانہ کے طور پر تسلیم کیا تھا۔ کولکاتہ میں شیام بازار تا ریڈ روڈ ریلی نکالنے سے قبل ممتا بنرجی نے مجاہد آزادی سبھاش چندر بوس کو ان کے یوم پیدائش پر خراج ادا کیا۔ انہوں نے مرکز سے مطالبہ کیا کہ ۲۳رجنوری کو قومی تعطیل کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ راجرہارٹ علاقہ میں آزاد ہند فوج کی یادگار بنائی جائے گی۔ ریاستی فنڈ سے ایک یونیورسٹی قائم ہورہی ہے جسے نیتاجی سبھاش چندر بوس کا نام دیا جائے گا۔

ہوا کے دوش پر

۱۸۸/ارب ڈالر کے مالک ایلون مسک دُنیا کے مالدار ترین شخص بن گئے

کاروبار و تجارت کے حوالے سے عالمی شہرت رکھنے والے ادارے بلومبرگ نے گزشتہ روز دنیا بھر کے مالدار ترین لوگوں کی فہرست جاری کی ہے جس کے مطابق امریکی صنعت کار اور اسپیس ایکس اور ٹیسلا جیسی کمپنیوں کے بانی ایلون مسک ۱۸۸/ارب ڈالر دولت کے ساتھ دنیا کے امیر ترین آدمی قرار دیئے گئے ہیں۔ دنیا کے ۵۰۰ مالدار ترین ارب پتی لوگوں کی اس فہرست میں شامل پہلے دس میں سے آٹھ کا تعلق امریکہ سے ہے۔ شعبہ جاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو ان ہی دس میں سے سات مالدار ترین لوگوں کا تعلق ٹیکنالوجی کے شعبے سے ہے، البتہ اس فہرست (انڈیکس) میں پہلی پوزیشن پر ایلون مسک کی موجودگی سب سے زیادہ حیران کن ہے کیونکہ آج سے ٹھیک ایک سال پہلے ان کی دولت صرف ۲۹/ارب ڈالر تھی جو ۲۰۲۰ء میں عالمی کورونا وبا کے باوجود بڑھتی رہی اور ۱۵۹/ارب ڈالر اضافے کے ساتھ اس وقت ۱۸۸/ارب ڈالر پہنچ چکی ہے۔ مطلب یہ کہ صرف ایک سال کے دوران ایلون مسک کی دولت میں ۱۵۶۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس اضافے کی وجہ اسپیس ایکس اور ٹیسلا کمپنیوں کے حصص کی قیمت ہے جو مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ بلومبرگ کی اس رپورٹ کے بعد اسپیس ایکس اور ٹیسلا کے حصص کی مالیت میں اضافہ اور بھی تیز رفتار ہوگیا ہے جس کے نتیجے میں ایلون مسک کی دولت مزید بڑھ کر ۱۹۵/ارب ڈالر پر پہنچ گئی ہے۔ ایمیزون اور واشنگٹن پوسٹ جیسے اداروں کے مالک جیف بیزوز صرف چار ارب ڈالر فرق کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہیں۔ ان کی موجودہ دولت ۱۸۴/ارب ڈالر ہے۔

سعودی عرب میں آلودگی سے پاک تجارتی شہر کے قیام کا اعلان

سعودی عرب نے صوبہ تبوک کے سرحدی علاقے میں ایک ایسے شہر کے قیام کا اعلان کیا ہے جس میں نہ تو کوئی گاڑی ہوگی اور نہ ہی گلیاں ہوں گی اور اس طرح یہ کاربن کی آلودگی سے مکمل طور پر پاک دنیا کا پہلا شہر ہوگا۔ عرب میڈیا کے مطابق سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے اپنے ٹیلی ویژن خطاب میں 'دی لائن' کے نام منسوب شہر کے خدوخال پیش کیے۔ نیوم زون پروجیکٹ کے تحت اسمارٹ سٹی کے تعمیراتی کام کا آغاز اگلے ماہ سے ہوجائے گا۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے مزید بتایا کہ بحر احمر سے متصل ساحلی علاقے میں تعمیر ہونے والے شہر میں دس لاکھ افراد کو بسایا جائے گا تاہم شہر میں کوئی گاڑی نہیں ہوگی اور نہ ہی گلیاں ہوں گی یعنی ہر گھر انفرادی ہوگا اور ایک دوسرے سے فاصلے پر ہوں گے۔ ولی عہد نے یہ بھی بتایا کہ اس شہر میں اسکول، صحت کے مراکز کے سات ساتھ ہرے بھرے پارک بھی قائم کیے جائیں گے جن کی مدد سے روایتی شہر کے تصور کو مستقبل کے شہر میں تبدیل کرنے میں مدد ملے گی۔

ویکسین کے باوجود ۲۰۲۱ء میں اجتماعی مدافعت کا حصول ناممکن

متعدد ممالک میں کووڈ-۱۹ کی روک تھام کے لیے اب ویکسین کا استعمال شروع ہو چکا ہے تاہم عالمی ادارۂ صحت نے متنبہ کیا ہے کہ ۲۰۲۱ء میں اس بیماری کے خلاف اجتماعی مدافعت کا حصول ممکن نہیں ہوسکے گا۔ دنیا بھر میں ممالک کی جانب سے ویکسین کا استعمال اس توقع کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ آنے والے مہینوں میں زندگی ماضی کی طرح معمول پر آجائے گی مگر عالمی ادارۂ صحت کی چیف سائنسداں سومیا سوامی ناتھن نے خبردار کیا ہے کہ حالات ۲۰۱۹ء کی طرح معمول پر آنے میں وقت لگے گا اور وائرس کی روک تھام کے لیے ویکسین کی مناسب مقدار کی ضرورت ہوگی۔ جنیوا میں پریس بریفنگ کے دوران انھوں نے کہا کہ ۲۰۲۱ء میں ہم آبادی کی سطح پر بیماری کی روک تھام یا اجتماعی مدافعت کو کسی سطح پر حاصل نہیں کرسکیں گے۔ انھوں نے کہا کہ مختلف اقدامات جیسے سماجی دوری، ہاتھوں کو دھونا اور فیس ماسک کو پہننا جاری رکھنا ہوگا۔ انھوں نے سائنسدانوں کی جانب سے ایک سال سے بھی کم وقت میں ایک بالکل نئے وائرس کے خلاف متعدد محفوظ اور مؤثر ویکسین کی تیاری کو شاندار پیش رفت قرار دیا تاہم انھوں نے زور دیا کہ ویکسین کی فراہمی میں وقت درکار ہوگا۔ انھوں نے مزید کہا کہ بڑے پیمانے پر ویکسی نیشن کے لیے وقت درکار ہوگا کیونکہ ہم کروڑوں کی نہیں بلکہ اربوں افراد کی بات کررہے ہیں، تو لوگوں کو کچھ صبر کرنا ہوگا۔ سومیا سوامی ناتھن نے کہا کہ بتدریج ویکسین سامنے آئیں گی اور تمام ممالک تک پہنچیں گی تاہم اس وقت تک احتیاطی تدابیر کو بھولنا نہیں ہوگا۔ ان کا کہنا تھا کہ دنیا بھر میں ویکسین کی دستیابی تک عوامی صحت اور سماجی اقدامات پر عملدرآمد جاری رکھنا ہوگا تاکہ ۲۰۲۱ء کے آخر تک وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام کی جاسکے۔ گزشتہ ماہ ایک انٹرویو میں سومیا سوامی ناتھن نے برطانیہ میں دریافت ہونے والی نئی قسم کے بارے میں بھی بات کی۔ انھوں نے کہا کہ یہ غیر معمولی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ میوٹیشنز ہوتی ہیں اور اس وجہ سے وہ عام اقسام سے مختلف ہے۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ ہند کا ایک ورق

قضیہ کشمیر اور جمعیۃ علماء ہند ۳

تحریر: عظیم اللہ صدیقی

شیخ عبداللہ کی گرفتاری اور جمعیۃ علماء ہند کا موقف

۱۹۴۴ء میں شیخ عبداللہ نے کشمیر کے مستقبل کے اپنے ایک خاکے کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں تبدیلی کی ہوا چلی جس کے تحت ۱۹۴۶ء میں تاریخی نعرے ''کشمیر چھوڑو'' کی شکل میں سامنے آیا، یہی زمانہ تھا جس میں شیخ صاحب کے خوابوں کے جموں وکشمیر کی بنیاد ایک ایک اینٹ کرکے پڑنے لگی۔ ان کی یہ تحریک ڈوگرا خاندان سے نجات سے متعلق تھی، جس کی حمایت نہرو اور گاندھی کی طرف سے بھی حاصل ہوئی۔ ۱۵رمئی ۱۹۴۶ء کو سرینگر میں انھوں نے تقریر کی جس نے جاگیردارانہ نظام کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان کی تقریر کے بعد پنڈت نہرو نے ان کو دہلی طلب کیا، شیخ عبداللہ کو جونہی پیغام ملا، انھوں نے فوراً سرینگر سے راولپنڈی کے لیے رخت سفر باندھا، جہاں سے انھیں دہلی کے لیے ہوائی جہاز مل سکتا تھا، ابھی وہ سرینگر سے کوئی سو میل دوگھری مقام تک پہنچے تھے کہ ہری سنگھ حکومت نے انھیں وطن دشمنی کے الزام میں گرفتار کرلیا۔ ثبوت میں ۱۵رمئی والی تقریر پیش کی گئی۔

ایسے حالات میں ۱۱-۱۲رجون ۱۹۴۶ء کو دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ کشمیر کے معاملات کے سلسلے میں ضروری ہے کہ حکومت نیشنل کانفرنس کے جائز مطالبات کو تسلیم کرے اور شیخ عبداللہ اور دیگر تمام ہندو اور مسلمان مظلومین کی رہائی کے لیے فوری اقدامات کرے۔

جمعیۃ علماء ہند اور دیگر تحریکی جماعتوں کی جدوجہد سے ستمبر ۱۹۴۷ء میں شیخ عبداللہ کو آزادی ملی جس کی وجہ سے کشمیر مستی اور سرخوشی میں ڈوب گیا۔ ان کی پہلی تقریر کے موقع پر مجمع میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ شریک ہوئے۔

کشمیر بھارت یا پاکستان کے ساتھ؟

تقسیم وطن کے وقت یہ سوال سامنے آیا کہ عوام کے حق میں کیا بہتر ہوگا، ایک مسلمان ملک پاکستان سے مل جانا چاہیے یا ہندستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہیے جو ایک سیکولر ملک ہے، اس سوال کا جواب شیخ عبداللہ نے اپنی تقریر میں دیا:

''پنڈت جواہر لال نہرو میرے دوست ہیں اور گاندھی جی کے لیے میرے دل میں انتہائی احترام ہے، ہم دوقومی نظریے پر جس نے اتنا زہر پھیلایا ہے، یقین نہیں رکھیں گے، اس موقع پر کشمیر نے روشنی دکھائی، جب سارے ہندستان میں بھائی بھائی کو مار رہا ہے، کشمیر نے ہندو مسلم اتحاد کی اپنی آواز اٹھائی، میں ہندو، سکھ اور اقلیتوں کو یقین دلاسکتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک ان کی زندگیاں اور ان کی عزت بالکل محفوظ ہے۔'' (ہندستان اپنے حصار میں، مصنفہ ایم جے اکبر ص ۲۴۶)

اپنی ۲۴راکتوبر ۱۹۴۷ء کی تقریر میں شیخ عبداللہ نے بہت بڑی تعداد میں موجود سامعین کو سمجھایا کہ مسلم لیگ نے اپنا پاکستان کس طرح حاصل کیا، کوئی دوسرا اتنے تیقن اور اعتماد کے ساتھ یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا: ''میں نے پاکستان کے نعرے پر کبھی ایمان نہیں رکھا، یہ میرا محکم ایمان رہا ہے کہ یہ نعرہ سبھی کے لیے پریشانیاں اور مصائب لائے گا، میں نے دوقومی نظریے کو کبھی نہیں مانا، مگر اس کے باوجود پاکستان ایک حقیقت ہے۔ ہندستان کے لیے ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کو اس سے کیا ملا؟ (ہندستان اپنے حصار میں، مصنفہ ایم جے اکبر ص ۲۴۷)

حقیقت تو یہ ہے کہ انگریز ہندستان کی تقسیم کی ضمانت کلی طور پر مذہب کی بنیاد پر لے رہا تھا، کشمیر میں چونکہ مسلمانوں کی زبردست اکثریت تھی، لہٰذا اسے پاکستان کا حصہ بننا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ کو پاکستان سے الحاق کرنے کی پوری کوشش کی، پہلے وزیر داخلہ سردار پٹیل بھی کشمیر کو پاکستان کے حوالے کردینا چاہتے تھے، لیکن کشمیری پاکستان نہیں جانا چاہتے تھے، انھوں نے دوقومی نظریہ پر ایمان لانے سے انکار کردیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ عبداللہ نے ۲۰راکتوبر ۱۹۴۷ء کو دہلی میں مسلمانوں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کسی حد تک فخر کے ساتھ کہا تھا: ''میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری یا مولانا آزاد کی پیروی کریں، مگر میں آپ سے ضرور کہتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کی ضرور پیروی کریں جو تیرہ سو سال قبل انھوں نے دی تھی، رسول مقبول صرف مسلمانوں کے نہیں تمام نوع انسانی کے محسن تھے۔ آپ دوقومی نظریے اور اپنے لیڈر کی پھیلائی ہوئی نفرت کے شکار ہوگئے ہیں، ہم کشمیر کے لوگوں نے اس کا اثر نہیں لیا اور اس سے مدافعت کی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم امن وسکون کی فضا میں رہ رہے ہیں اور آپ اور آپ کے ہزاروں بھائی ناقابل بیان مصائب میں گزر رہے ہیں، آپ کو میری نصیحت ہے، امن وشانتی کے ساتھ رہیے اور پروپیگنڈے سے گم راہ نہ ہوئیے۔ (بحوالہ حضرت شیخ الاسلام کی سیاسی ڈائری جلد پنجم ص ۵۱۹-۵۱۸) (جاری)

تلاوت قرآن سے نجاشی پر رقت طاری ہوگئی

نبوت کے پانچویں سال قریش کے مظالم سے تنگ سو کے قریب مسلمان مرد وخواتین جب ہجرت کرکے حبشہ پہنچ گئے تو قریش کو یہ بھی گوارانہ ہوا کہ ان کے آبائی دین کے باغی ایک دوسرے ملک میں امن وعافیت کی زندگی گزاریں اور ان کا دین وہاں پھلے پھولے۔ چنانچہ قریش کے ایک اجتماعی فیصلے کے تحت سیاسی و سفارتی امور کے ماہر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی دورکنی سفارت حبشہ کے دربار میں بھیجی گئی۔ اس سفارت نے وہاں پہنچ کر پہلے درباری امرا اور عیسائی پیشواؤں کو قیمتی تحائف پیش کرکے انھیں اپنے موقف کا ہم نوا بنایا۔ انھیں اس نئے دین کے خطرے سے آگاہ کیا جس کے ماننے والے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے تھے اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے مذہب کے لیے بھی اتنا ہی خطرہ ہیں جتنا ہمارے آبائی دین کے لیے۔ پھر نجاشی کے دربار میں پہنچ کر اسے شاہی آداب کے مطابق سجدہ کیا، رؤسائے مکہ کی طرف سے اعلیٰ عربی نسل کا گھوڑا اور نفیس ترین ریشمی جبہ بطور نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ آپ کے ملک میں ایک نئے دین کے پیروکار ہمارے پیچھے بھاگ کر آگئے ہیں۔ ہمیں ان کے سرپرستوں نے اس لیے بھیجا ہے کہ آپ انھیں ہمارے ساتھ واپس بھیج دیں تاکہ وہ آپ کے پرامن ملک میں اپنی تبلیغ سے کوئی فتنہ نہ کھڑا کردیں جیسے انھوں نے مکہ میں کیا ہوا ہے۔ درباری امرا اور پادریوں نے ان کے موقف کی حمایت کی لیکن نجاشی نے کہا کہ دوسرے فریق کی بات سنے بغیر فیصلہ کرنا خلافِ انصاف ہوگا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بھی دربار میں حاضری کا حکم ہوا۔ جب مسلمان دربار میں حاضر ہوئے تو انھوں نے شاہی آداب کے مطابق نجاشی کو سجدہ نہ کیا تو درباریوں نے اس پر ناک بھوں چڑھائی۔ مہاجرین کے ترجمان حضرت جعفر ابن ابی طالب نے عمرو بن عاص کے پیش کیے گئے موقف کی ایک دلیل کا توڑ کیا، پھر دین اسلام اور اللہ کے رسولؐ کی رسالت کے خصائص اور نمایاں تعلیمات بتائیں اور آخر میں نجاشی کی خواہش پر سورۂ مریم، سورۂ کہف، سورۂ روم اور سورۂ عنکبوت کے ابتدائی حصے تلاوت کیے۔ تمام روایات میں ذکر ہے کہ آیاتِ الٰہی سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی، آنکھیں پرنم ہوگئیں اور بے اختیار وہ پکار اُٹھا: ''خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ یہ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ان کا زمانہ ملا۔'' نجاشی نے مکے کی سفارت کو کہا کہ میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا۔ اگلے دن عمرو بن عاص نے پادریوں سے مل کر بادشاہوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لیے دربار میں یہ مسئلہ اٹھادیا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو عیسائیوں کی طرح اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ یہ بڑا نازک مسئلہ تھا، اگر مسلمان نجاشی کے عقیدہ کے خلاف اپنا عقیدۂ توحید بیان کرتے تو نجاشی کی مذہبی عصبیت ان کے خلاف بھڑک سکتی تھی لیکن مسلمانوں نے سچی بات کے کہنے کا عزم کیا اور بھرے دربار میں کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری اور پاکدامن حضرت مریم کی طرف القا کیا اور یہ کہنے کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے سورۂ مریم کے ابتدائی دو رکوع تلاوت کیے۔

برطانوی دستور کی مختصر تاریخ (۵)

اسٹوارٹ (Stuart) خاندان کے پہلے دو بادشاہوں جیمس اوّل اور چارلس اوّل نے مطلق العنانی کو قائم رکھنا چاہا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ میں اور ان میں زبردست کشمکش شروع ہوئی اور بالآخر اس کشمکش نے خانہ جنگی (Civil War) کی صورت اختیار کرلی اور انجام کار چارلس اوّل کی جان اس میں گئی۔ بادشاہت ختم کردی گئی۔ پارلیمنٹ کی فتح کے ساتھ ساتھ کرامویل نے دولت مشترکہ (Common Wealth) کی بنیاد ڈالی اور عملاً ڈکٹیٹر بن گیا۔ لیکن اسے عام تائید حاصل نہ ہوسکی اور اس کے مرنے کے بعد دوبار بادشاہت قائم ہوگئی۔ جیمس دوئم کے زمانہ میں یہ کشمکش دوبارہ شروع ہوئی لیکن اسے بھی معزول ہونا پڑا۔ اور بادشاہت ایک دوسرے خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اس طرح سے اس کشمکش میں پارلیمنٹ کی برتری تسلیم کرلی گئی۔

شاندار انقلاب (Glorious Revolution) کے ساتھ ساتھ ایک نیا قانون Bill of Rights یا قانون حقوق پاس کیا۔ اس کی رو سے برطانوی حکومت کے بنیادی اصول مرتب کئے گئے۔ اس قانون نے پارلیمنٹ کی برتری کو تسلیم کیا اور اس اصول کو مان لیا کہ بغیر پارلیمنٹ کی منظوری کے بادشاہ کسی قسم کا ٹیکس نہیں لگا سکتا۔ تیز یہ کہ پارلیمنٹ کے اجلاس باقاعدگی سے ہوں گے۔ اس میں شہری آزادی کو تفصیل سے بیان کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ اس اصول کو بھی مان لیا گیا کہ کوئی بات شہری آزادی کی مخالفت یا منافی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد بادشاہ کے اختیارات روز بروز کم ہوتے گئے اور آہستہ آہستہ دارالعوام دارالامراء سے زیادہ اہمیت حاصل کرگیا۔ ۱۷۱۶ء کے Septennial ایکٹ کی رو سے دارالعوام کے لمبے اور باقاعدہ اجلاس بلانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حق رائے دہی (Franchise) کی توسیع نے دارالعوام کو عام لوگوں کی زیادہ نمائندہ بنادیا۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی
۱۴رتا۲۰رجنوری ۲۰۰۵ء

آزاد ارکانِ اسمبلی و پارلیمنٹ کیلئے بھی ہے قانون کی ضرورت؟

ہندستان میں دل بدلی ایک عام سیاسی بیماری ہے، کے انسداد کے لیے قانون بھی ہے جو صرف پارٹیوں کے ارکان کا احاطہ کرتا ہے جس کی وجہ سے آزاد ارکانِ اسمبلی و پارلیمنٹ بے لگام رہتے ہیں، اسی تعلق سے ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

ہندستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ ہندستان میں مسلسل باون سالوں سے جمہوری انتخابات کے ذریعہ جمہوری حکومتوں کی تشکیل کا سلسلہ جاری ہے۔ ملک کے پارلیمانی جمہوری نظام نے ہر شخص کو الیکشن میں حصہ لینے کا حق عطا کیا ہے اور غالباً یہ ہی وجہ ہے کہ ہندستان میں انتخاب لڑنے والوں کی تعداد دوسرے کسی بھی جمہوری ملک میں انتخابی امیدواروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جس کی ایک بڑی وجہ جہاں سیاسی پارٹیوں کی کثرت ہے وہیں الیکشن میں آزاد امیدواروں کی بھرمار بھی ہے۔ یہ آزاد امیدوار نہ تو کسی پارٹی سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی سیاسی اصول ہوتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان آزاد امیدواروں میں سے کئی ایک امیدوار اپنی ذاتی قابلیت یا مالی صلاحیت کی وجہ سے کامیاب بھی ہوجاتے ہیں اور ایوان میں پہنچ کر اپنے من پسند سیاسی ہتھکنڈے استعمال کرکے حکومت کے قیام واستحکام پر بھی اثر انداز ہونے لگتے ہیں۔ پھر اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے وہ اپنے سابقہ فیصلے کو پلٹ ڈالنے میں بھی کوئی دریغ نہیں کرتے۔ وہ نہ دَل بدل قانون کی زد میں آتے ہیں اور نہ ہی انھیں اسمبلی، پارلیمنٹ یا پارٹی سے معطّلی کا کوئی خطرہ ہوتا ہے اس طرح وہ شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہتے ہیں اور جدھر ہرا چارہ دیکھتے ہیں منہ مارنے لگتے ہیں۔ اتحادی حکومتوں اور معلق ایوانوں کے آج کے دَور میں یہ آزاد ممبرانِ اسمبلی و پارلیمنٹ اپنی رکنیت کا جس دیدہ دلیری سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اس پر ہم افسوس کا اظہار ہی کرسکتے ہیں۔

آزاد ارکان اسمبلی کی قلابازیوں کا جلوہ اس سال جس طرح جھارکھنڈ میں دیکھنے کو ملا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ فروری ۲۰۰۵ء میں منعقد ہونے والے جھارکھنڈ کے اسمبلی انتخابات میں نہ تو این ڈی اے کو اکثریت مل سکی اور نہ ہی یو پی اے کی پارٹیاں اکثریت حاصل کرسکیں اور اسمبلی کا توازن پانچ آزاد ممبرانِ اسمبلی کے ہاتھوں میں آگیا اور اس طرح وہ دونوں اتحادوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔ اپنے توازن کا انھوں نے فائدہ بھی خوب اُٹھایا۔ اور جب ۱۳رمارچ کو ریاست میں سیاسی اٹھا پٹخ کے بعد این ڈی اے نے مسٹر ارجن منڈا کی قیادت میں حکومت بنائی تو معلوم ہوا کہ پانچوں آزاد ممبرانِ اسمبلی وزیر بنادیئے گئے ہیں اور اس طرح انھوں نے اپنی رُکنیت کی یک مشت قیمت وصول کرلی ہے۔ مسٹر منڈا نے اسی حکمت عملی کے تحت ان پانچوں آزاد ارکان کو سب سے پہلے وزارت کا حلف دلایا کہ کہیں وہ پھر پھدک کر یو پی اے کے پالے میں جاکر کھڑے نہ ہوجائیں۔

یہ ہی صورتحال تقریباً بہار کی بھی ہے۔ بہار میں حالانکہ دوسو تینتالیس کے ایوان میں آزاد ارکان کی تعداد صرف سترہ ہے، مگر یہاں بھی ان کی اپنی اہمیت ہے اور وہ کسی نہ کسی حیثیت میں پاسنگ کا کام کرسکتے ہیں۔

بہار میں اس وقت صدر راج نافذ ہے۔ وہ جب بھی ختم ہوگا یہ آزاد ارکان اپنا جلوہ دِکھائے بغیر نہ رہیں گے۔ ان میں کے بعض ارکان ابھی بھی یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ بہار میں حکومت ان کی مرضی کے مطابق ہی بنے گی۔ ان ارکان کی ایک بڑی تعداد نتیش کمار کی حامی بتائی جاتی ہے جبکہ بعض آزاد ارکان لالو پرساد یادو کے حامی سمجھے جارہے ہیں۔ بہار کی سیاسی پہیلی یہ ہے کہ یہاں کسی ایک اتحاد کو بھی اکثریت کے قریب پہنچنے کا موقع نہیں مل سکا ہے۔ این ڈی اے اتحاد اور یو پی اے اتحاد کے پاس سیٹیں تقریباً برابر ہیں اور صورتحال کا نازک پہلو پاسوان اور ان کی پارٹی کے انتیس ارکان بنے ہوئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ نہ تو بی جے پی سے حمایت لیں گے اور نہ راشٹریہ جنتا دَل سے اور نہ ہی ان دونوں پارٹیوں میں سے کسی کی حمایت کریں گے مگر ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ جنتا دَل متحدہ اور ان کی پارٹی اکثریت سے کافی دُور کھڑی ہوئی ہیں جبکہ راشٹریہ جنتا دَل اور بی جے پی کے علاوہ دوسرے چھوٹے گروپ ابھی کوئی واضح فیصلہ نہیں کرپارہے ہیں۔ پھر سوال یہ بھی ہے کہ کیا جنتا دَل متحدہ بی جے پی سے اپنا اتحاد ختم کرلے گا؟ نتیش کمار تو اس کی برابر تردید کررہے ہیں مگر پاسوان کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں وہ ابھی تک اس کی وضاحت نہیں کرسکے ہیں۔

کسی بھی جمہوری نظام میں یہ تو ممکن نہیں ہے کہ آزاد امیدواروں کے انتخاب لڑنے پر پابندی لگادی جائے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ کئی موقعوں پر ایسے آزاد ارکان کا اسمبلی و پارلیمنٹ میں داخلہ جمہوری نظام کے استحکام کے لیے ضروری اور مفید بن جاتا ہے مگر معلق پارلیمنٹ یا اسمبلی کی صورت میں ان کی ناز برداری اور ان کے ساتھ نوازشوں سے جو سیاسی ماحول بنتا ہے وہ نہ صرف جمہوریت کی صحت کے لیے انتہائی خطرناک بن جاتا ہے بلکہ اس سے سیاست کا چہرہ بھی بری طرح داغدار ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے کہ ان آزاد ارکان کو اصول وضوابط کی حدود میں ڈسپلن کا پابند بنایا جاسکے۔

ہمارے خیال میں اس سلسلہ میں ایک ایسا قانون بنائے جانے کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ الیکشن کے بعد ان آزاد ارکان پر قابو پایا جاسکے۔ جس طرح کے غیر واضح اور معلق نتائج سامنے آرہے ہیں انھوں نے آزاد ارکان کی اہمیت کو کافی بڑھا دیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے بھی کوئی سیاسی ضابطہ متعین کیا جائے اس کے لیے کم سے کم الیکشن کمیشن کو نامزدگی فارم داخل کرتے وقت یہ معلوم کرلینا چاہیے کہ وہ جس پارٹی یا امیدوار کے خلاف عوامی تائید حاصل کرکے کامیاب ہوں گے اس کی حمایت نہیں کریں گے اگر اس طرح کا کوئی ضابطہ ہمارا الیکشن کمیشن وضع کرلیتا ہے تو یہ ایک سیاسی صحت مند علامت ہوگی۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ منتخب ہونے کے بعد حلف لینے سے پہلے اوّلین فرصت میں آزاد رکن کسی بھی من پسند پارٹی سے منسلک ہوجائے تاکہ اسے یہ موقع نہ مل سکے کہ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے پھدک کر جا بیٹھے۔ بہرحال یہ ایک نازک سیاسی صورتحال ہے اور ہمارے اربابِ سیاست کو اس پر غور کرکے اس کا کوئی مناسب حل ضرور تلاش کرلینا چاہیے۔ سیاسی اقدار وروایات کو اسی شکل میں محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

عالمِ اسلام

حرم کے بیرونی صحنوں میں شجرکاری کا منصوبہ

حرم مکی شریف کے بیرونی صحنوں میں شجر کاری کے منصوبے کا جائزہ لیا جارہا ہے۔العربیہ نیٹ کے مطابق حرمین شریفین انتظامیہ کے سربراہ شیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس نے منصوبے پر غور کرنے کے لیے گزشتہ روز اجلاس کی سربراہی کی ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ حرم کے بیرونی صحنوں میں شجرکاری کا منصوبہ موسمی تغیرات کی حفاظت اور حرم کی آب وہوا میں بہتری کے علاوہ وژن ۲۰۳۰ء کے مقاصد کے حصول کے لیے کیا جارہا ہے۔حرم کے بیرونی صحنوں کے مخصوص علاقوں میں شجرکاری سے ایک طرف آب و ہوا میں بہتری ہوگی جبکہ ماحول دوست فضا پیدا کی جائے گی۔انہوں نے کہا ہے کہ گل بوٹوں اور پودوں کو وضو کے فاضل پانی کو ری سائیکل کرکے سیراب کیا جائے گا۔جہاں جہاں شجرکاری ہوگی وہاں اس بات کی ضمانت ہوگی کہ اس سے ازدحام یا آمدورفت کی روانی معطل نہیں ہوگی۔برقی سیڑھیوں کے قریب اور بیرونی صحنوں کے مخصوص علاقوں کے علاوہ دیواروں پر گل بوٹے سجائے جائیں گے۔

سعودی عرب میں ہر گھنٹے طلاق کے سات واقعات، اسباب کیا ہیں؟

خلیجی تعاون کونسل کے ملکوں میں طلاق کے واقعات بڑھ گئے ہیں۔ ہر طرف سوال اٹھنے لگا کہ اس کے اسباب کیا ہیں۔اخبار ۲۴ کے مطابق ماہرین کا کہنا ہے کہ خلیجی ممالک میں طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات کے بیس سے زیادہ اسباب ہیں۔ سعودی عرب میں ہر گھنٹے میں طلاق کے سات واقعات ریکارڈ پر آرہے ہیں۔سلطنت عمان میں ۱۸ ہزار شادیاں ہوئیں جبکہ ۳٫۷ ہزار طلاقیں ریکارڈ پر آئیں۔سعودی محکمہ شماریات نے بیان میں کہا کہ سعودی عرب میں ہر ایک گھنٹے میں طلاق کے سات واقعات ریکارڈ پر آرہے ہیں۔ دس شادیوں میں سے تین کا نتیجہ طلاق کی صورت میں برآمد ہورہا ہے یعنی ایک تہائی شادیاں ناکام ہورہی ہیں۔محکمہ شماریات کا کہنا ہے کہ ایک سال میں طلاق کے واقعات سے ۳٫۵ ارب ریال سے زیادہ کا مالی نقصان ہوا۔ یہ تخمینہ اس بنیاد پر لگایا گیا ہے کہ ایک شادی پر ۶۰ ہزار ریال کے لگ بھگ لاگت آرہی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ طلاق کے بیس سے زیادہ اسباب ہیں ان میں نمایاں ترین اسباب بدمعاملگی، مالی حالات، جنسی انحراف اور شوہر بیوی کے تعلقات میں عدم یگانگت ہیں۔

ایران میں سینئر نائب صدر کے بھائی کو دو سال قید کی سزا

ایران نے کرپشن کے الزام میں ملک کے سینئر نائب صدر کے بھائی کو دو سال قید کی سزا دی ہے۔امریکہ کی خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹیڈ پریس کے مطابق سزا سے متعلق یہ خبر ایرانی عدلیہ کی ویب سائٹ پر منگل کو شائع ہوئی ہے۔ایرانی عدلیہ کے ترجمان غلام حسین اسماعیلی کے مطابق اسحاق جہانگیری کے بھائی مہدی جہانگیری کے لیے یہ فیصلہ حتمی ہے اور اس فیصلے کے خلاف اپیل بھی نہیں کی جاسکتی۔مہدی جہانگیری تہران چیمبر آف کامرس کا حصہ تھے اور نجی گردشگری بینک کے بانی تھے۔ان کی گرفتاری کے وقت ان کے بھائی اسحاق جہانگیری کے حوالے سے کہا گیا تھا کہ مہدی کی گرفتاری متوقع تھی، انہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ انصاف کیلئے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا۔اس سے قبل اکتوبر ۲۰۱۹ء میں صدر حسن روحانی کے بھائی حسین فریدون کو مالی بدانتظامی کے الزامات میں پانچ برس کی سزا دی گئی تھی۔

آزادی کی حفاظت کے لئے انصاف کی ضرورت

حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ کی ایک نابغۂ روزگار تحریر

”آزادی کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ہم بدی۔ظلم تعصب اور جھوٹ سے عدم تعاون کریں۔“ (مہاتما گاندھی)

ہر انسان اپنے ساتھ کچھ فطری ضرورتیں اور اخلاقی تقاضے رکھتا ہے۔ جن کی تکمیل پر اس کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ عدل انھی تقاضوں کو پورا کرنے اور انسان کو ان ضرورتوں کی تکمیل کا پورا پورا موقع دینے کا نام ہے۔صرف سوسائٹی کے مختلف عناصر کے درمیان توازن قائم کرنے کا نام عدل نہیں ہے۔ان فطری اور اخلاقی ضرورتوں میں سے کچھ کو نظر انداز کرنا اور کچھ کو غیر ضروری اہمیت دینا۔ یا ایک طبقہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا اور ایک طبقہ کو اس سے محروم کردینے کا نام ظلم ہے خواہ برسراقتدار جماعت اس کے لیے طاقت استعمال کرے یا کوئی غیر متشددانہ تدبیر اور یا کوئی سیاسی حکمت عملی۔

جب کوئی حکومت کسی انسانی حلقہ کو جائز حقوق کی حد سے آگے قدم بڑھانے کا موقعہ دے گی تو یقیناً دو طبقوں کے درمیان ٹکراؤ کا اندیشہ پیدا ہوگا اور حکومت کو قیام امن کے نام پر ایک گروہ کو اس کے جائز حقوق سے محروم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ عدل وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے ایک جماعت نوع انسانی کے لیے مفید اور خیر و رحمت ثابت ہوتی ہے اور اسے نوع انسانی کی قیادت کا حق ملتا ہے اور جو جماعت حق وانصاف کا راستہ چھوڑ دیتی ہے وہ اپنی افادیت کھودیتی ہے اور جمہور کی رضامندی اس سے منہ پھیر لیتی ہے۔ اور ایک دن وہ آتا ہے کہ اس کے شان شوکت کے محل کھنڈرات میں تبدیل ہوکر اس پر نوحہ کرتے نظر آنے لگتے ہیں۔

عدل اور اہل فلسفہ!

تمام دنیا کے اہل قانون وفلسفہ نے دبے لفظوں میں نہیں۔ کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قوموں کی بقاء عدل وانصاف ہی میں مضمر ہے۔اور آزادی کا تحفظ عدل کے بغیر ممکن نہیں۔ ارسطو نے اجتماعی قانون کو بڑی اہمیت دی ہے اور کہا ہے۔

”غیر منصفانہ قانون قانون ہی نہیں ہے۔“

گاڈرن اس سلسلہ میں کہتا ہے۔”اخلاق وفرض کا معیار کیا ہے؟ انصاف! اور یہ کسی خاص دور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دوامی اور ابدی ہے اور اس کی شرح عام فہم طریقہ پر اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ساری قوموں کے مشترکہ مفاد کی خدمت کرنے کا نام عدل وانصاف ہے۔“

ارسطو کے سیاسی انصاف کی شرح میں علماء نے کہا ہے قانون فطرت سے جو قانون ٹکراتا ہو وہ قابل اتباع نہیں ہے۔ دوسری توضیح میں اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر کہا گیا ہے۔

انسانیت کے مشترکہ قانون سے ہٹا ہوا! قانون ناقابل برداشت ہے۔ گاؤنزائٹ اپنی کتاب مذہب کشادہ دلی میں اعتراف کرتا ہے۔

”قانون ہمدردی ہی دراصل قانون ارتقاء ہے“ کیا ولی جیسا بے بصیرت شخص کہتا ہے۔ اسلحہ کے لحاظ سے کوئی شخص لاکھ مضبوط ہو مگر کسی علاقہ پر حکمرانی کرنے کے لیے اسے مقامی آبادی کی رضامندی حاصل کرنی ضروری ہے اور اس رضامندی حاصل نہ کرسکنے کی وجہ سے بوئیس دو ازدہم نے میلان کے علاقہ کو جس تیزی کے ساتھ فتح کیا اس تیزی کے ساتھ گنوادیا۔“ ایک دوسری جگہ کہتا ہے:”ظالم چاہے سلطنت جیت لیں مگر وہ حقیقی عظمت کو نہیں جیت سکتے۔“

یہ رائے ان فلاسفروں کی ہے جنھوں نے انسانیت کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔لیکن اس سچائی کا اعتراف کرنے پر وہ بھی مجبور ہوئے ہیں اور تاریخ انسانی بھی اس پر گواہ ہے کہ ظلم وانصاف نے ہمیشہ انسانیت کو سکون اور مصیبتوں میں مبتلا کیا ہے اور حق وعدل نے ہمیشہ فضا عالم میں مسرت و اطمینان کا زمردیں برادا تاریخ کے ان دونوں فیصلوں سے دنیا کا احمق سے احمق انسان بھی آگاہ ہے اور فلسفہ وحکمت کے کسی امام کو اس سے انکار کرنے کی جرأت نہیں ہوسکی ہے اختلاف اگر ہوا ہے تو حق وباطل کی تعین اور ظلم وانصاف کے درمیان امتیاز کرنے میں ہوا ہے۔

ظلم فطرت کے خلاف ہے!

فطرت انسانی کا مطالبہ حق وانصاف ہے اور فطرت سلیم حق وانصاف کے سوا کسی غذا کو قبول نہیں کرتی۔ اگر اس کی خواہش کے خلاف ظلم و باطل کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو وہ انسانی ذہن میں ویسا ہی اضطراب پیدا کردیتی ہے جیسا کہ زندہ مکھی نگل لینے سے معدہ میں برپا ہوجاتا ہے۔اور اگر ظلم کے طویل عمل سے فطرت کو مسخ بھی کردیا جائے تب بھی ظلم کے نام سے ظلم نہیں کیا جاتا بلکہ ظلم کی کڑوی گولی پر انصاف کی مٹھاس چڑھا کر اسے نگلا جاتا ہے۔ اگر ایک ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے تو اسے اپنے ضمیر کی ملامت سے بچنے کی خاطر اپنے ظلم کے لیے وجوہ جواز گھڑنے پڑتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے دل کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ مجھے اپنے دشمن سے انتقام لینے کا حق ہے اس لیے میرے لیے ڈاکہ جائز ہے۔ کبھی یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی بے کسی اور افلاس کی وجہ سے ایسا کرنا روا ہے۔ اور کبھی عزت اور خودداری کے نام پر نفس کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے غرض کہ ہزاروں حیلوں بہانوں کے بعد اس کا ضمیر اسے چین کی نیند سونے دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کوئی جماعت نوع انسانی پر ظلم کرنا چاہتی ہے تو اسے اخلاقی طاقت کو دبانے کیلئے مادی قوت استعمال کرنی پڑتی ہے۔

آج برسراقتدار طبقے حق وانصاف کی راہ سے ہٹ چکے ہیں۔ اور ظلم واخلاق کی باہمی کشمکش میں بیشمار انسانی قوت اور فطری صلاحیت برباد ہورہی ہے۔ معاشرت میں ظلم کی کارفرمائی ہے بڑے چھوٹے اپنے اپنے حقوق کی حد سے تجاوز کرکے ایک دوسرے کے حقوق پر چھاپہ مارنے کی کوشش میں مصروف ہیں ماں باپ میاں بیوی ایک دوسرے کے سکون کو تہ و بالا کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس سے خاندان کی قوت ضائع ہورہی ہے۔ معیشت میں ظلم گھس چکا ہے۔ سرمایہ دار غریب کا خون چوس رہا ہے اور اس طرح باہمی آویزش سے سرمایہ ومحنت کا بہت بڑا حصّہ برباد

آج برسراقتدار طبقے حق و انصاف کی راہ سے ہٹ چکے ہیں اور ظلم و اخلاق کی باہمی کشمکش میں بیشمار انسانی قوت اور فطری صلاحیت برباد ہورہی ہے۔ معاشرت میں ظلم کی کار فرمائی ہے بڑے چھوٹے اپنے اپنے حقوق کی حد سے تجاوز کرکے ایک دوسرے کے حقوق پر چھاپہ مارنے کی کوشش میں مصروف ہیں، اس سے خاندان کی قوت ضائع ہورہی ہے۔ معیشت میں ظلم گھس چکا ہے۔ سرمایہ دار غریب کا خون چوس رہا ہے اور اس طرح باہمی آویزش سے سرمایہ و محنت کا بہت بڑا حصّہ برباد ہورہا ہے۔

ہورہا ہے۔

سیاست میں فساد داخل ہوچکا ہے۔ جماعتوں، پارٹیوں، اکثریت و قلیت، اور لیڈروں کے درمیان تصادم ہورہا ہے۔اور اس میں قومی طاقت کی بہت مقدار ضائع ہورہی ہے۔ عام معاملات میں انصاف کی جگہ اقرباء پروری چل رہی ہے۔ قابل افراد جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ بہترین دماغ مایوسی اور اُداسی کی نظر ہورہے ہیں اور افراد کی اس کھینچا تانی میں بہت سی انفرادی صلاحیتیں دم توڑ رہی ہیں۔غرضیکہ انسان کی علمی، سیاسی، فوجی، عدالتی معاشی اور انفرادی قوتوں کا ننانوے فی حصہ ایک طرف سے ظلم وفساد برپا کرنے میں اور دوسری طرف سے اسے روکنے میں ضائع ہورہا ہے۔

ظلم کا آخری انجام!

ظلم کا دور دورہ چندروزہ ہوتا ہے۔اور کاغذ کی ناؤ ایک نہ ایک دن ڈوب کر رہتی ہے۔ جب قوم میں دین دھرم، اسلامی راج یا رام راج یا اور کسی سیاسی اور مذہبی نعرہ کی آڑ میں کسی ایک طبقہ کے ساتھ ظلم وطرفداری کو”کارخیر“ قرار دے دیا جاتا ہے اور نظام ظلم اپنے مفاد کے لیے ایک طبقہ میں یہ جذبہ پیدا کردیتا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ یہ جذبہ صرف ایک دائرہ تک محدود رہے بلکہ وہ عام ہونے لگتا ہے اور سوسائٹی کے گوشہ گوشہ میں تدریجاً ظلم اور خودغرضی پھیل جاتی ہے اور برسراقتدار پارٹیوں میں سے ہر طاقتور پارٹی کمزور پارٹی کے ساتھ حقوق غصب کرنے کا وہی عمل شروع کردیتی ہے جو عمل وہ سب مل کر کسی ایک خاص طبقہ کے ساتھ کرتی رہی تھیں۔ یہاں تک کہ مسابقت کی یہ دوڑ افراد کے درمیان شروع ہوجاتی ہے۔اور حرص و ہوس۔ لالچ وطمع اور خودغرضی کی آگ ہر طرف سلگ جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں کوئی انقلابی تحریک کامیاب ہونکلتی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ نظام ظلم کے ماتحت جو طبقہ فائدہ حاصل کرتا ہے وہ باوجود آسائشوں اور لذتوں کے اطمینان آمیز مسرت سے محروم رہتا ہے کیونکہ کمزور اور طاقتور کی باہمی کشمکش ومزاحمت اطمینان وسکون دشمن ہے اور پھر آخری انجام تو ہمیشہ آنکھیں دکھا دکھا کر انھیں ڈراتا رہتا ہے یعنی انقلاب یا جنگ جس کا عمل نیچے والوں کو اوپر اور اوپر والوں کو نیچے کردے:

تو سمجھا مار کے اوروں کو میں جگ میں زندہ کہلاؤں
ناداں وہ زندہ رہتا ہے اوروں کے لیے جو مرتا ہے

آزادی کی حفاظت!

قوموں کی آزادی ان کی ایک نازک آزمائش ہے۔ قدرت دیکھتی ہے کہ یہ آزادی سے امن، خوش حالی مساوات طمانیت اور ہمدردی و محبت پھیلاتے ہیں۔ یا ابتری خوف و ہراس، انارکی، ظلم وناانصافی اور بہیمت وحیوانیت کا پیکر بنتے ہیں۔

اگر کسی قوم میں آزادی کے بعد لاقانونیت پھیل جاتی ہے اطمینان غارت ہوجاتا ہے۔ طبقاتی جنگ شروع ہوجاتی ہے۔”تنگ نظری اور تعصب اعتماد وتعاون کی بنیادیں ہلا دیتا ہے۔ حکام رشوت خور ہوجاتے ہیں ملازم خونخوار بن جاتے ہیں تو اس سے آزادی کی نعمت چھین لی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے ذمہ دار لیڈر آزادی کے بعد سے برابر چیخ چیخ کر عوام کو عدل بچائی اور خدمت کا سبق دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ آزادی کی قدروقیمت کو سمجھتے ہیں۔

گاندھی جی ہمیشہ کہا کرتے تھے۔:”میرا مذہب مجھے تعلیم دیتا ہے کہ میں سب کے ساتھ یکساں محبت کروں۔ اگر ہم ہندو اس چھوت چھات کے بھوت کو تباہ نہیں کردیں گے تو یہ ہندوؤں اور ہندومت کو ہڑپ کرجائے گا ایک خدا کے بندوں میں اعلیٰ اور ادنیٰ کے امتیازات کو ختم کردو۔ بدی، ظلم، تعصب اور جھوٹ سے عدم تعاون اتنا ہی ضروری ہے جتنا نیکی، سچائی اور انصاف سے تعاون میرا عقیدہ ہے کہ اس کے بغیر ہم آزادی کو بچا نہیں سکتے۔

سردار پٹیل نے بنارس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: ہمارے اس بڑے لیڈر نے آپ کو یہ سکھایا تھا کہ آپ ہر بُرائی کا مقابلہ کریں اور سچائی کے راستہ پر چلیں۔ اس کے بغیر ہم آزادی سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے یوم آزادی کے پہلے جشن کے موقعہ پر کہا تھا۔ اگر دماغ میں تنگی اور دل میں نفرت پیدا ہوجائے تو آزادی بالکل بے معنی چیز ہے۔ گورنر جنرل راج گوپال آچاریہ نے آزادی کی پہلی سالگرہ پر پیغام دیتے ہوئے کہا تھا۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم نفرت سے پیدا شدہ غرور سے بچیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ہم میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ آزادی ایک موقعہ ہے اور ہم پبلک کاموں میں راست بازی اور سخت محنت سے ہی ملک کی حقیقی عظمت کو ظاہر کرسکتے ہیں۔

پنڈت نہرو نے حیدرآباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا اگر آزادی عوام کو خوف اور بے کسی سے نجات نہیں دلاسکتی اگر آزادی کے بعد بھی عوام کو روٹی اور کپڑا میسر نہیں ہوسکتا تو یقین کرلیجیے کہ ہمیں آزادی کی کوئی رمق بھی نہیں ملی ہے۔ لیکن اگر ان تمام نصیحتوں کے بعد بھی ملک کی یہ حالت ہے”جو لوگ آزادی کے بعد یہ خواب دیکھتے تھے کہ ملک کا نظم ونسق سدھر جائے گا اور ہماری حکومت ایسی ویسی ہوگی انھیں مایوسی ہوئی ہے نیشنل کانگریس ملک کے معاشرتی معیار کو بلند کرنے کے دعوے کو فراموش کرچکی ہے اور وہ اس امریکہ کی پیروی ہے۔ جو دعوائے جمہوریت کے باوجود حبشیوں کو غلام رکھنے پر مصر ہے چور بازاری رشوت خوری کا بازار روز بروز گرم سے گرم تر ہوتا جارہا ہے۔ فرقہ واریت کو ختم کرنے کی مہم خود ختم ہوچکی ہے۔ اور ملک مہاتما گاندھی کو یکسر بھلا چکا ہے۔“ (تقریر آچاریہ کرپلانی اسٹوڈنس کانگریس بنگلور) تو پھر ہمیں آزادی کی اس اٹھاویں سالگرہ کے موقع پر اس عہد کو دوہرانا چاہیے اور وہ بھولا ہوا سبق یاد کرنا چاہیے جو ہمیں گاندھی جی نے پڑھایا تھا۔ یعنی عدل۔ انصاف، سچائی ہمدردی، محبت اور مساوات کشادہ دلی اور رواداری ان کے بغیر ہم اپنی قیمتی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ □□

ملک کے بے روزگار نوجوان کب متحرک ہوں گے

تحریر: مولانا سرفراز احمد قاسمی

ملک عزیز اس وقت جن حالات سے دوچار ہے، یہ کوئی خوش آئند بات نہیں ہے، تباہی و بربادی کی جانب بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے، جو لوگ حکومت کی کرسی پر فائز ہیں اور جن کے ہاتھوں ان دنوں اقتدار کی باگ ڈور ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ ملک کو برباد کرنے اور بربادی کی آخری منزل پر لے جانے کے لئے کمر بستہ ہیں، اور لگتا یہی ہے کہ ہر حال میں بھارت کو تباہ کر کے رہیں گے، آزادی کے بعد سے ہی ہمارا ملک بہت سارے چیلنجوں کا سامنا کر رہا ہے، لیکن حالیہ برسوں میں ان میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے، ملک کے مسائل کم ہونے کے اور زیادہ ہوگئے بلکہ بہت زیادہ ہوگئے ہیں، لیکن افسوس ان مسائل اور چیلنجوں کو حل کرنے یا کم کرنے کی کوئی ادنی کوشش بھی نہیں کی جارہی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آنے والے دنوں میں ملک ایسی پستی میں چلا جائے گا جہاں سے واپسی ناممکن ہوگی، وقت رہتے ہوئے اگر ہم نے ان چیزوں کو نہیں سمجھا اور اسکے تحفظ کے لئے کوئی سنجیدہ اور پختہ لائحہ عمل تیار نہیں کیا تو پھر بھارت کو برباد ہونے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی، اس وقت ہمارے ملک کو اندرونی اور بیرونی ہر دو طرح کے چیلنجوں کا سامنا ہے، ایک طرف پڑوسی ممالک، ہماری سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے دراندازہو چکے ہیں تو دوسری جانب تمام آئینی اداروں اور مشنریوں کو خرید کر اپنی مرضی کے مطابق چلایا جارہا ہے، اس لیے شہریوں کا عام احساس یہ ہو چکا ہے کہ اب آئینی ادارے پرائیویٹ سیکٹر میں تبدیل ہورہے ہیں، شاید اسی وجہ سے عوام کا اعتماد ان اداروں سے اٹھتا جارہا ہے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، اکثر ادارے حکومت کے اشاروں پر کام کر رہے ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اپنی عوام سے برسوں پرانی دشمنی نکالنے پر آمادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان خلیج بڑھتی جارہی ہے، جو اہم مسائل ہیں اس کو حکومت نظر انداز کر رہی ہے، اور مسلسل کر رہی ہے، حکومتی خزانوں کو مستحکم کرنے والے تمام وہ ادارے جو معاشی استحکام کا ذریعہ ہیں اور ان سے ملکی معیشت تقویت ملتی ہے ان سب اداروں کو ایک ایک کر کے فروخت کیا جارہا ہے، لال قلعہ کو لیز پر دیدیا گیا ہے، ریلوے اور ایئر پورٹ وغیرہ سب فروخت کئے جارہے ہیں کئی سارے بینکوں کو بند یا دوسرے بینکوں میں ضم کر دیا گیا، آئینی اداروں کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، وقفے وقفے سے قانون بنانے کے نام پر عوام کو خوف ودہشت میں مبتلاء کیا جارہا ہے اور عوام کے سر پر تھوپا جارہا ہے، ملک میں کسانوں کا احتجاج شدت اختیار کرتا جارہا ہے لیکن ابھی تک یہ حکومت کسانوں کی بات سننے اور ان کے مطالبات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، کسانوں سے بات کرنے کا ڈھونگ رچایا جارہا ہے، کسان لیڈروں نے بھی آج اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے مقصد کی تکمیل تک ہمارا یہ احتجاج جاری رہے گا، یعنی جب تک کسانوں سے متعلق یہ تینوں قانون واپس نہیں ہوجاتے ہمارا آندولن جاری رہے گا، کسانوں کی یہ تحریک کیا واقعی ملک میں انقلاب کی نقیب ثابت ہوگی یا پھر اسے گذشتہ برس کی شاہین باغ تحریک کی طرح طاقت کے بل بوتے پر ایک منظم پلان کے تحت ختم کر دیا جائے گا؟ جس طرح شاہین باغ تحریک پر طرح طرح کی الزام تراشی کی گئی، اوچھے ہتھکنڈے اپنائے گئے اور پھر طاقت کے ذریعہ اس پرامن احتجاج کو منتشر اور ختم کر دیا گیا، آپ کو یاد ہوگا کہ سال گذشتہ دسمبر کے مہینے میں شاہین باغ تحریک پرامن طور پر شروع ہوئی تھی جو سال رواں کے مارچ کے اخیر تک ملک گیر سطح پر چلی تھی، اور پھر یہ تحریک ملک بھر کے ۳۰۰ سے زائد شہروں میں شاہین باغ کے نام سے پھیل گئی تھی، سو دنوں سے زائد چلنے والی اس پرامن اور منظم تحریک کو طاقت کے ذریعے کچل دیا گیا تھا، کسانوں کی موجودہ تحریک کے ساتھ بھی یہی ہوگا؟ یہ سوال ذہنوں میں گردش کر رہا ہے، کسانوں کی یہ تحریک ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے، اور آج ان کے احتجاج کا آٹھواں دن ہے، یہ دیکھنا ہوگا کہ کسانوں کی یہ تحریک کہاں تک کامیابی کی منزل طے کرتی ہے؟ آخر کسانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر سڑکوں پر کیوں اترنا پڑا؟ سخت سردی کے باوجود وہ اس آندولن کے لئے کیوں پرعزم اور مصر ہیں؟ ان کے مطالبات اور خدشات کو حکومت دور کرنے میں کیوں ناکام ہے؟ کیا اب کی بار کسانوں کو نظر انداز کر کے اور ان پر ظلم وستم کر کے حکومت محفوظ رہ سکتی ہے؟ کسانوں کی موجودہ تحریک پر سپریم کورٹ کا موقف کیا ہوگا؟ ان سوالوں کا جواب آنے والے وقت میں ہی ممکن ہیا بھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، بہر حال اتنا تو طے ہے کہ شاہین باغ کو جس طریقے سے کچلا گیا، ان پر جس طرح پے در پے حملے کئے گئے الزامات کی بارش کی گئی، ان کو جس طرح بدنام کر کے ناکام بنایا گیا کم از کم کسانوں کے ساتھ یہ غلطی نہیں دہرائی جائے گی، اگر یہ حکومت کسانوں کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرتی ہے تو پھر یہ سمجھئے کہ اب اس حکومت کا وقت قریب آچکا ہے اور پھر زوال ہی اس کا مقدر بنے گا، میں نے اس سے پہلے بھی لکھا تھا کہ کوئی بھی حکومت ظلم و بربریت اور ناانصافی کے ساتھ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتی، کچھ دنوں تک ضرور رہ سکتی ہے، بہر حال کسان اب ہماری سڑکوں پر ہیں اور آر پار کی لڑائی لڑنے کے لئے پرعزم ہیں ایسا لگتا نہیں ہے کہ ان کے مطالبات کو تسلیم کئے بغیر حکومت راحت کی سانس لے سکے گی، یہ آندولن حکومت کے گلے کا ایک بہت بڑا پھندا بن چکا ہے، اب حکومت اس پھندے کو کیسے ڈیل کرتی ہے یہ دیکھنے کی بات ہوگی، دہلی میں پنجاب ہریانہ، یوپی بہار اور دیگر ریاستوں کے لاکھوں کسان پہنچ چکے ہیں اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، گذشتہ سال جو تحریک سی اے اے اور این آرسی کی مخالفت میں جامعہ ملیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شروع ہوئی تھی، بعد میں یہ شاہین باغ میں تبدیل ہوگئی تھی، کسانوں کے نام پر شروع ہونے والی یہ تحریک کیا رخ اختیار کرتی ہے یہ بھی دیکھنے کی بات ہوگی، کسانوں کی یہ تحریک قومی تحریک میں تبدیل تو ہو چکی ہے ہر طرف شاہین باغ کا منظر ہے، کینڈا کے وزیر اعظم نے کسانوں کی حمایت کر دی ہے، دہلی کی اکثر سڑکیں بلاک کر دی گئی ہیں، شاہین باغ تحریک کے دوران صرف ایک سڑک بند تھی جس پر خوب الزام تراشی کی گئی تھی لیکن اب دہلی کیا کثر راستے بند ہیں اس پر حکومت کیا کہے گی؟ شاہین باغ مظاہرین کے لئے سپریم کورٹ تک نے یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ آپ اس طرح سڑکوں کو بلاک کر کے لوگوں کو پریشانی میں نہیں ڈال سکتے، اب اس پر سپریم کورٹ کیا کہے گا؟ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ ملک بیشمار مسائل کا شکار ہوتا جارہا ہے، غریبی، بھکمری اور بے روزگاری بھی ملک کا ایک اہم وسنگین مسئلہ بن چکا ہے، اس وقت ملک میں بے روزگاری اتنی بڑھ چکی ہے کہ گذشتہ بیس سال میں اسکی مثال نہیں ملتی، کروڑوں نوجوان اپنی نوکری کھو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود اس معاملے میں حکومت کی سرد مہری جاری ہے، سوال یہ ہے کہ پھر ملک کے کروڑوں نوجوان حکومت سے سوال کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کیا انھیں روزی روٹی اور روزگار کی ضرورت نہیں ہے، مودی حکومت نے ہر سال دو کروڑ نوکریاں دینے کا وعدہ کیا تھا، گذشتہ چھ سالوں میں ایک بھی نوکریاں تو نہیں دی گئی البتہ لاکھوں لوگوں کو روزگار سے محروم ضرور کر دیا گیا ہے، اور اب حالت یہ ہے کہ بھکمری اور خودکشی کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے، جتنی بیروزگاری بھارت میں اس وقت ہے ایسا گذشتہ بیس سال میں بھی کبھی نہیں ہوا، اب ایسے میں ملک ترقی کیسے کرے گا؟ آخر ملک کے یہ کروڑوں بے روزگار نوجوان اپنے حقوق کے لئے کب احتجاج کریں گے؟ کب اپنے گھروں سے نکلیں گے؟ اور کب آواز بلند کریں گے؟ کیا ابھی یہ وقت نہیں ہے کہ کسانوں کے ساتھ مل کر ملک کے نوجوانوں کا یہ بڑا طبقہ بھی اٹھ کھڑا ہو اور اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرے، دن جیسے جیسے گذر رہا ہے بیروزگاری کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے، سی ایم آئی ای کی ایک رپورٹ کے مطابق بیروزگاری کی شرح بڑھ کر ساٹھ فیصد ہو چکی ہے، ۲۰۱۴ء کی ایک رپورٹ کے مطابق بھارت دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے جہاں سب سے زیادہ نوجوان رہتے ہیں، جہاں ۳۵۶ کروڑ آبادی نوجوانوں کی ہے، کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے یہ تعداد کافی حد تک یہاں کے نوجوانوں کو ملنے والی روزگار پر موقوف ہوتی ہے، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق سال ۲۰۱۸ء اور ۱۹ میں کسانوں سے زیادہ بیروزگار لوگوں نے خودکشی کی، جو انتہائی شرمناک ہے، یہ تعداد دن بہ بڑھتی جارہی ہے، ایسے میں اگر حکومت اس معاملے میں سنجیدہ نہیں ہے تو پھر بے روزگاروں اور نوجوانوں کو سڑکوں پر نکلنا چاہئے، ایک رپورٹ میں یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ ۲۰۱۴ء کے بعد سے ملک میں بہت تیزی سے بیروزگاری بڑھی ہے اور ایک منظم منصوبہ کے تحت لوگوں سے روزگار چھینا جارہا ہے، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کا نفاذ اسی لئے کیا گیا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ بے روزگار ہوسکیں، ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ حکومت اس معاملے پر سنجیدگی اختیار کرتی اور نوجوانوں کی فلاح و بہبود کے لئے قدم اٹھاتی، لیکن اب تک ایسا کچھ نہیں ہوسکا، حکومت ایک طرف ساری چیزوں کو بیچنے میں لگی ہے اور دوسری جانب مذہبی افیون پلا کر ملک کو خانہ جنگی کی طرف ڈھکیل رہی ہے، بھاسکر ڈاٹ کام نے ۲۰۱۹ء میں ایک خبر شائع کی تھی جس میں یہ دعوی کیا تھا کہ آٹو موبائل سیکٹر اس بیروزگاری سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے، گاڑی کی خرید و فروخت میں بیس سال کی سب سے زیادہ گراوٹ آئی ہے جس سے کم از کم دس لاکھ لوگوں کی نوکریاں جانے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے، این ایس ایس او نے جنوری ۲۰۲۰ء میں اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ ملک میں اس وقت بے روزگاری ۴۵ سال میں سب سے زیادہ بڑھی ہے، اس رپورٹ پر حکومت کے لوگوں نے کافی ہنگامہ کیا تھا، لیکن بعد میں جب حکومت نے رپورٹ جاری کی تو اس میں بھی ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء میں بے روزگاری کی شرح ۶٫۱ فیصد تھی جو پینتالیس سال میں سب سے زیادہ ہے، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں بے روزگاری کی یہی شرح تھی، یہ ہے اس حکومت کا کارنامہ اس کے باوجود یہ لوگ ترقی اور نوجوانوں کے فلاح بہبود کے لئے زبان نہیں کھولتے اور نہ ہی ترقی پر بات کرتے ہیں، بہار الیکشن میں ان لوگوں نیکیا کہہ کر لوگوں سے ووٹ مانگا گیا اس کو پوری دنیا نے دیکھا، اسی طرح ابھی حیدرآباد کے حالیہ الیکشن میں جے پی نڈا، امت شاہ اور یوگی کی ٹیم یہی سب دوہرا رہی تھی جو بہار میں یہ لوگ کر کے آئے ہیں، گریٹر حیدرآباد الیکشن کا نتیجہ کل ۴ر دسمبر کو آئے گا دیکھنا ہوگا کہ شہر حیدرآباد کے لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں، ملک کو مذہبی خطوط پر تقسیم کرنے کی پوری تیاری ہو چکی ہے، اس لیے ملک کے جو اہم اور سلگتے مسائل ہیں اس پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے، ایسے میں کسانوں کی ملک گیر تحریک ایک ہفتے سے جاری ہے کیا ملک کے نوجوانوں کو بھی اپنے حقوق، روزی روٹی اور روزگار کے لئے آواز اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے؟ جب تک نوجوانوں کا یہ طبقہ خاموشی اختیار کرتا رہے گا، تب تک نہ ان کا مستقبل محفوظ ہوگا اور نہ ہی نوجوانوں کا تحفظ ہوسکے گا، ملک اور خود نوجوانوں کے مستقبل کا تحفظ کے لئے نوجوانوں کا سڑکوں پر نکلنا ہی ضروری ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ھمارے نوجوان اس کے لئے تیار ہیں؟ نوجوانوں یہ غور کرنے کی ضرورت ہے اور حالات بھی اس کا تقاضہ کر رہے ہیں، شاید مظفر وارثی مرحوم نے نوجوانوں کو یہی پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ:

علی الاعلان کیا کرتا ہوں سچی باتیں
چور دروازے سے آندھی نہیں آیا کرتی □□

> **جتنی بیروزگاری بھارت میں اس وقت ہے ایسا گذشتہ بیس سال میں بھی کبھی نہیں ہوا، اب ایسے میں ملک ترقی کیسے کرے گا؟ آخر ملک کے یہ کروڑوں بے روزگار نوجوان اپنے حقوق کے لئے کب احتجاج کریں گے؟ کب اپنے گھروں سے نکلیں گے؟ اور کب آواز بلند کریں گے؟ کیا ابھی یہ وقت نہیں ہے کہ کسانوں کے ساتھ مل کر ملک کے نوجوانوں کایہ بڑا طبقہ بھی اٹھ کھڑاهو اور اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرے۔**

عالمی خبریں

مودی کی نقاد کملا ہیرس کشمیریوں کے لئے امید کی کرن

عرب نیوز میں پیر کو شائع ہونے والی خبر کے مطابق کملا ہیرس جنھوں نے گذشتہ ہفتے امریکی صدر جو بائیڈن کے نائب کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا ہے، انڈین حکومت کی ملک کی مسلم اقلیت کے خلاف امتیازی پالیسیوں اور ۲۰۱۹ء میں کشمیر کی تقسیم کو تنقید کا نشانہ بناتی رہی ہیں۔ ہند نزاد کملا ہیرس نے ۲۰۱۹ء میں نئی دہلی کی جانب سے اپنے زیر انتظام کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے اور اسے دو یونین ٹیریٹریز میں تقسیم کرنے کے بعد کشمیریوں کو یہ یاد دلانے کیلئے کہ وہ دنیا میں تنہا نہیں ہیں، بین الاقوامی مداخلت پر زور دیا۔ امریکی انتظامیہ میں کملا ہیرس کے علاوہ بائیڈن کی ٹیم میں کشمیری شہریت رکھنے والی سمیرا فاضل اور عائشہ شاہ کی تقرری نے خطے میں تبدیلی کیلئے کچھ حد تک امید پیدا کر دی ہے۔ سری نگر میں مقیم سیاسی تجزیہ کار گوہر گیلانی نے عرب نیوز کو بتایا کہ کملا ہیرس نے مسئلہ کشمیر پر کھل کر بات کی ہے۔ اب اس محاذ کے لیے امید ہے۔ تاہم انہوں نے مزید کہا کہ امید توقع کے برابر نہیں ہے۔ سری نگر میں مقیم وکیل دیبا اشرف بھی اس حوالے سے کچھ حد تک پر امید ہیں۔ خاص طور پر پاکستان اور انڈیا کے درمیان کشمیری مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں جو دونوں ممالک اس علاقے کے خود مختار ہونے کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن کسی حد تک یہاں حکمرانی بھی کرتے ہیں۔

دنیا نئی سرد جنگ شروع کرنے سے خبردار رہے: چینی صدر

چین کے صدر شی جن پنگ نے دنیا میں آزادانہ تجارت کی حمایت کرتے ہوئے عالمی رہنماؤں کو نئی سرد جنگ شروع کرنے سے خبردار کیا ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق ڈیووس کے ورلڈ اکنامک فورم سے ورچول خطاب میں کہا ہے کہ دوسروں کو مسترد کرنے اور دھمکانے سے دنیا تقسیم ہوگی۔ عالمی معیشت میں گزشتہ برس سب سے زیادہ پیداواری حصہ لینے والے چین کے صدر نے خود کو کثیر الجہتی دنیا کے حمایتی کے طور پر پیش کیا۔ شی جن پنگ نے چار برس قبل جب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اپنے عہدے کا حلف لینے والے تھے لگ بھگ اسی طرح کا خطاب کیا تھا۔ اے ایف پی کے مطابق چین کے صدر نے امریکہ کا نام نہیں لیا تاہم بظاہر ان کے مخاطب امریکی صدر جو بائیڈن تھے جنہوں نے چند دن قبل اقتدار سنبھالا ہے۔

پالتو کتے کیلئے جیون ساتھی کی تلاش

آن لائن جیون ساتھی کی تلاش نئی بات نہیں تاہم اس پر کتے کو دولہا بنا کر اس کے لیے دلہن ڈھونڈنا کچھ نیا ہے، کچھ ایسا ہی کیا ہے ہندوستان کی ایک شہری نے، یہی وجہ ہے کہ تصویر نہ صرف دیکھتے ہی دیکھتے وائرل ہو گئی۔ انڈین ویب سائٹ منگلور ٹوڈے میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ایک خاتون نے اپنے پالتو کتے کو تیار کر کے تصویریں سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر شیئر کیں اور ساتھ لکھا اگر کسی کو اپنی کتیا کے لیے رشتے کی تلاش ہو تو اس سے شادی کی جاسکتی ہے۔ تصویروں میں سے ایک میں کتا گلابی رنگ کی قمیض اور خاکی رنگ کی دھوتی باندھے کھڑا ہے جس کی پیچھے اس کی مالکن بھی نظر آ رہی ہیں جبکہ دوسری تصویر میں اسی لباس میں کتا بیٹھا ہوا ہے اور کچھ روایتی کھانوں کی ڈشز پڑی ہیں۔ اس تصویر کو بہت پسند کیا گیا اور مختلف لوگوں نے اس پر دلچسپ تبصرے کیے جب کہ ایک خاتون نے تو رشتہ بھی پیش کر دیا۔

ابتلاء و آزمائش میں مبتلا مومن کیا کرے

تحریر: مولانا محمد الحسنی ندوی

امتحانات سے گزر کر منزل تک پہنچنا، قربانیاں دینا اور زندگی کا استحقاق ثابت کرنا ہر زندہ دل اور باشعور قوم کے لیے ایک ایسی شرط ہے کہ جس کو پورا کیے بغیر وہ دنیا کے نقشہ میں کسی حیثیت سے کوئی اہم اور ممتاز جگہ نہیں بنا سکتی۔ یہ تو ہر قوم کا حال ہے جس میں کسی مذہب، نسل اور ملک و وطن کی قید نہیں ہے، لیکن امت مسلمہ اس عام قانون پر پوری اُترنے کے ساتھ دو چیزوں میں دوسری اقوام سے منفرد اور ممتاز ہے۔

ایک تو یہ کہ اسکی زندگی کے نقشہ میں امتحانات اور مشکلات اور قربانی و آزمائش کو ایک ایسا تقدس حاصل ہے اور ان قربانیوں کے بارے میں ایسی نعمتیں ملنے والی ہیں کہ جس کے بعد یہ زندگی دشوار اور موت آسان معلوم ہونے لگی ہے:

اس نوید جانفزا سے سر و بال دوش ہے

دوسرے یہ کہ ان امتحانات اور آزمائشوں کے پیچھے اسباب و شرائط کا ایک پورا سلسلہ ہے۔ یہ آزمائشیں اندھے کی لاٹھی نہیں جس میں مجرم اور بے گناہ اور قابل سزا اور قابل انعام کسی کی تخصیص نہ ہو۔ نہ یہ حالات کا قدرتی نتیجہ ہیں جن کی کوئی غیر مادّی توجیہ ممکن نہ ہو بلکہ یہ ظاہری حالات بھی قدرتِ الٰہی کے فیصلہ و مشیت کا نتیجہ ہیں، چنانچہ جب کوئی مومن کسی ابتلاء اور آزمائش سے دوچار ہوتا ہے تو اس کو یہ فکر و جستجو لاحق ہوتی ہے کہ اس ابتلاء و مصیبت کا حقیقی سبب کیا ہے؟ اور اس کو دور کرنے کی کیا تدبیر ہے؟

جہاں تک ان قربانیوں کے تقدس و رفعت اور ان عظیم وعدوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں سے اس ضمن میں کیے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جگہ جگہ بہت خاص انداز میں اس کا ذکر ہے، بار بار مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں اس کو دہرایا گیا ہے۔ چنانچہ ایمان کے لیے واضح لفظوں میں ارشادِ خداوندی ہے: ”اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، انھیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔“ (البقرہ: ۱۵۵ تا ۱۵۷)

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امتحانات کی یہ تمام قسمیں مسلمانوں کی ترقی اور رفع درجات نیز کھرے اور کھوٹے کی تفریق کے لیے ضروری ہیں، اس کے لیے بشارت ان صبر کرنے والوں کو دی گئی ہے جو ہر مصیبت کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صبر کرکے گھر بیٹھ رہا جائے یا یہ کہ انا للہ پڑھ کر سر سے بوجھ اُتار لیا جائے یا ماتم اور نوحہ خوانی شروع کردی جائے بلکہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسے نازک موقع پر کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، نہ اپنی قسمت کا ماتم کرتے ہیں نہ زمانہ کا شکوہ نہ دوسروں کو الزام دے کر اپنے کو بے قصور سمجھتے ہیں بلکہ استقامت اور پامردی کا ثبوت دیتے ہوئے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اپنا ایمان و یقین از سر نو تازہ کرتے ہیں۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا خامیاں ہیں جن کو احساسِ ندامت کے آنسوؤں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کون سے برے اعمال اور بری عادتیں ہیں جو خدا کو ناراض کرنے والی اور اس کی نگاہِ رحمت کے لیے حجاب بن رہی ہیں۔ ان مصائب و مشکلات کا حل ان کے نزدیک انابت الی اللہ اور پھر اس انابت استقامت ہے اور بس۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟“ (العنکبوت: ۲-۳)

دوسرا نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ آزمائشیں کیوں پیش آتی ہیں اور یہ مصیبتیں کیوں نازل ہوتی ہیں؟ قرآن مجید کا صاف اعلان ہے: ”جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ ان پر اللہ کا ظلم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا ظلم تھا جو انھوں نے خود اپنے اوپر کیا۔“ (النحل: ۳۳)

یہ دراصل ان باطنی اور حقیقی اسباب کی طرف اشارہ ہے جو ظاہر پرست یا ظاہر بیں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور وہ اس کا اعلان ان سطحی، وقتی اور جزوی چیزوں سے کرنا چاہتے ہیں جو بعض اوقات ان کے لیے مزید دردِ سر کا سامان پیدا کردیتی ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت بن جاتی ہیں۔ وہ ظاہری اور مادّی اسباب کے جال میں اس طرح گرفتار ہیں کہ خالق اسباب کی طرف ان کی نظر ہی نہیں جاتی حالانکہ قرآن مجید کی صریحی ایک آیت ہم کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے: ”کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔“ (التوبہ: ۱۲۶)

سب علاج برحق اور اپنی اپنی جگہ صحیح ہو سکتے ہیں، احساس و شعور کی بیداری بھی ضروری ہے، احتجاج اور اظہارِ کرب بھی بالکل قدرتی اور زندگی کی علامت ہے، مظلوموں کی امداد اور غمخواری بھی بلاشبہ ایک ضروری فریضہ اور وقت کا فوری تقاضہ ہے، لیکن مختلف واقعات، حادثات اور آفات آنے کے بعد کیا ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اس کو راضی کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے اور جس کے دست قدرت میں آسمان و زمین کی وسعتیں اور ساری دنیا کی طاقتیں ہیں اور جس کو راضی کرنے سے نہ صرف دنیا میں عزت و سربلندی اور سکون و اطمینان حاصل ہوسکتا ہے بلکہ آخرت کی غیر فانی زندگی اور لازوال نعمتیں بھی مل سکتی ہیں جہاں آدمی کو ہمیشہ ہمیش کے لیے رہنا ہے؟

ہم ظاہری اور دنیاوی ذرائع پر تو بھروسہ کرتے ہیں لیکن ہماری وہ بنیاد بے حد کمزور ہے جس پر ان حقوق کی ضمانت کی گئی ہے، وہ بنیاد ہے اللہ کے وعدوں پر سچا یقین، اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی کا جذبہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کی مکمل پیروی و اطاعت کا فیصلہ نیز عزم و استقامت کے ساتھ زندہ رہنے کا جذبہ!

اس لحاظ سے دیکھئے تو ہم ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی پوری نہیں کررہے ہیں جن پر امن و اطمینان اور عزت و سربلندی کی ضمانت ہے۔ جہاں تک رب العالمین کے وعدوں پر سچے یقین اور اللہ پر مکمل اعتماد کا تعلق ہے، اس کا حال ہم سب کو خوب معلوم ہے۔ چار چھ آنے کی دوا یا نسخہ پر ہم کو جو یقین ہے دعا پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں، جتنا اعتماد اور بھروسہ ہم کو اپنی ملازمت، تجارت اور بزنس پر ہے اتنا اعتماد ہم کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رحمت پر بھی نہیں۔ ہم دنیاوی ذرائع پر تو یقین کرسکتے ہیں لیکن جس چیز پر ہمارا اعتماد روز بروز کمزور ہوتا جارہا ہے، وہ خدا کے وعدے اور اس کی شرائط پوری کرنے کے نتائج ہیں۔

ہم میں سے کتنے ہیں جن کے تحت الشعور میں یہ ہے کہ اگر فلاں شخص یا فلاں جماعت نہ ہوگی تو ہمارے لیے کتنی دشواریاں پیدا ہوجائیں گی، فلاں حلقہ، برادری یا جماعت ناخوش ہوجائے تو ساری عزت و نیک نامی جاتی رہے گی، فلاں افسر اور حاکم ناراض ہوجائے گا تو نعوذ باللہ رزق کے دروازے بند ہوجائیں گے اور مستقبل تاریک ہوجائے گا۔ شاعر نے شاید اسی صورت کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا:

بتوں سے تجھ کو امید اور خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ایک دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ قرن اوّل اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بڑا اقدام کرنے سے پہلے یا کسی غیر معمولی واقعہ اور نازک حالات میں جس میں مسلمانوں کے لیے بظاہر خطرہ نظر آتا ہے، پہلے اپنی طرف سے اطمینان کرلیتے پھر اس کے بعد گرد و پیش کا جائزہ لیتے۔ وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہم میں معصیت تو عام نہیں ہوگئی ہے، ہماری صفوں میں اختلاف و انتشار تو نہیں، ہمارے اندر حرص و طمع اور دنیا کی محبت تو پیدا نہیں ہوگئی ہے۔ اس طرف سے اطمینان ہوجاتا تھا تب وہ محسوس کرلیتے تھے کہ ”اذن لا یضیعنا“ یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔

یہ اندازِ فکر وہ شاہ کلید ہے جس سے زندگی کا ہر قفل کھل سکتا ہے، ایک ایک چیز کے لیے فریاد کرنے، در در ہاتھ پھیلانے اور ہر کس و ناکس کی خوشامد کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے ایمان، اپنے اخلاص، اپنے عمل اور اپنی قربانی سے اس خدا کو راضی کرنے کی فکر کی جائے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور جس کے حقیقی نام لیواؤں اور جس کے نبی کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتیں اور حکومتیں ان کے سامنے مٹی کے گھروندوں اور سنگریزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ ◻◻

> **جہاں تک رب العالمین کے وعدوں پر سچے یقین اور اللہ پر مکمل اعتماد کا تعلق ہے، اس کا حال ہم سب کو خوب معلوم ہے۔ چار چھ آنے کی دوا یا نسخہ پر ہم کو جو یقین ہے دعا پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں، جتنا اعتماد اور بھروسہ ہم کو اپنی ملازمت، تجارت اور بزنس پر ہے اتنا اعتماد ہم کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رحمت پر بھی نہیں۔ ہم دنیاوی ذرائع پر تو یقین کرسکتے ہیں لیکن جس چیز پر ہمارا اعتماد روز بروز کمزور ہوتا جارہا ہے، وہ خدا کے وعدے اور اس کی شرائط پوری کرنے کے نتائج ہیں۔**

بچوں کا گوشہ: طاقتور مربی بچوں کو نہیں ڈانٹتے (۱)

مربیوں خاص طور پر ماؤں کا بچوں پر چیخنے چلانے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کا رویہ عام ہے حالانکہ بچوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ انتہائی خراب و نقصان دہ مانا جاتا ہے۔ بچوں کے شعور و نفسیاتی تحفظ پر ڈانٹ و ڈپٹ کے برے اثرات اس قدر زیادہ ہیں کہ ماہرین تربیت، خراب تربیت کے سلسلے میں اسے سرفہرست شمار کرتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نے مؤثر تعلیم و تربیت کے اطوار و انداز سیکھے ہی نہیں ہیں اور موروثی انداز و اطوار جن پر اس کی اپنی تربیت ہوئی ہے۔ ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے اس سلسلے میں کچھ مزید جاننے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ چنانچہ خود بخود اسی انداز کو اپنے بچوں پر بھی روا رکھتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جذباتی، جلد باز اور بے صبرا ہوتا ہے تو کسی کام کا حکم دیتے ہوئے اور منع کرتے ہوئے ہر غلطی پر شعوری یا غیر شعوری طور پر چیختا چلاتا ہے بجائے اس کے کہ وہ بچے کے لیے اس کی بڑھتی اور ترقی کرتی ہوئی صلاحیتوں اور قدرتوں کے پیش نظر ایک مدت تک چھوٹ اور مہلت دے۔ ماں باپ پر روزمرہ زندگی میں بڑھتے ہوئے مسائل و مشکلات کا جو دباؤ ہے اس کی ہم قدر کرتے ہیں لیکن ہمیں یہ سوال کرنے ہی دیجیے کہ آپ لوگ کس کے لیے مسائل و مشکلات جھیل رہے ہیں اور فکر مند ہیں؟ یہ محنت و جانفشانی کس کے لیے ہورہی ہے؟ کیا یہ سب اولاد کے لیے نہیں ہورہا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تربیت جیسے اہم اور مقدس ترین کام کے لیے دولت کمانا، بچوں کو کھلانا، پلانا، پہنانا اور صحیح و غلط کی چیخ چلا کر اور غصہ میں تلقین کرنا کافی ہے؟ یہ چیزیں بچوں میں ہمارے تئیں عدم قبولیت کا مزاج پیدا کرتی ہیں اور انھیں دائمی تناؤ نیز اپنے قریب ترین یعنی ماں باپ سے بھی بدترین توقعات وابستہ کرنے کا ماحول بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح بار بار بچوں کے سامنے چیخنے چلانے کا اسلوب ان کے نفسیاتی تحفظ اور احساسات کے استحکام کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔

مربی کا بچوں کے سامنے چیخنے چلانے کا انداز اُلٹے اس کی اپنی شخصیت کو کمزور کرتا ہے اور اس کے وسائل و ذرائع کو کمزور اور افلاس کا شکار کردیتا ہے۔ جن طریقوں کو مربی استعمال کرتا ہے وہ جب جب سختی اور تشدد کا رُوپ دھاریں گے تو وہ اس بات پر دلالت کریں گے کہ مربی کو ان بہت سارے اسالیب کا علم نہیں ہے جن کو استعمال کرکے وہ اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی اور ان کے تشخص کا احترام نیز ان سے دور رہ کر ان کی بے عزتی اور توہین سے بچ سکتا تھا۔

طلبگارِ محمد ﷺ

منشی امیر اللہ تسلیم عزیزؔ

کونین کو بھولا ہے طلب گارِ محمدؐ
آزاد ہے ہر غم سے گرفتارِ محمدؐ

دل کاش ہو آئینۂ رخسارِ محمدؐ
لوٹا کروں میں دولتِ دیدارِ محمدؐ

کیا پوچھتے ہو گرمیِ بازارِ محمدؐ
اللہ کو پاتا ہوں خریدارِ محمدؐ

پھرتا ہے مرے دیدۂ بیدار میں ہر شب
پتلی کی طرح سایۂ دیوارِ محمدؐ

کیوں کر نہ کروں وردِ زباں نامِ مبارک
ہے قندِ مکرر مجھے تکرارِ محمدؐ

خنجر تھی زباں آپ کی، دشمن کے مقابل
سن سن کے عدو کٹتے تھے گفتارِ محمدؐ

پہنچے شبِ اسریٰ میں کہاں آپ کہاں سے
کیا اوج پہ تھا طالعِ بیدارِ محمدؐ

حسرت ہے مرے دل کو الٰہی پئے مدفن
تھوڑی سی جگہ دے پسِ دیوارِ محمدؐ

اللہ نے گھر اپنے بلایا شبِ معراج
پاس اپنے بٹھا کر سنی گفتارِ محمدؐ

اصحاب سے بہتر نہ ولی ہے نہ قطب بھی
ہر ایک تھا گنجینۂ اسرارِ محمدؐ

کیا کام مجھے طوبیٰ و فردوس سے تسلیمؔ
مل جائے اگر سایۂ دیوارِ محمدؐ

گوشۂ خواتین: خدمت سے ملتی ہے عظمت (۱)

مجھے یاد ہے جب میری عمر آٹھ برس کی تھی تو چیچک نکلی اور ایسی نکلی کہ سارا بدن منہ ناک کان چیچک سے بھر گئے۔

اگرچہ خدا نے اچھا کردیا مگر صورت بگڑ گئی، جب بھی میں اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھتی ڈر جاتی تھی۔

بڑی ہوئی اور سمجھ آئی تو سوچا کرتی تھی مجھے کون پسند کرے گا مگر امّی مجھے دیکھ کر نہال نہال رہتی تھیں اور کبھی افسوس نہ کرتی تھیں کہ صورت بگڑ گئی ہے۔

امّی نے بچپن ہی سے مجھے پڑھنا لکھنا سکھایا تھا، اور جب رات کو کام دھندے سے نمٹ کر آرام کرتیں تو کلمے یاد کراتیں، نماز روزے کے قاعدے بتاتیں، تیمّم کس طرح کیا جاتا ہے، وضو کے آداب کیا ہیں، کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، وضو کے لیے پانی کیسا ہو؟ کبھی رسول اللہؐ کی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کہانی اور کبھی مسلمان بادشاہوں کا انصاف سناتیں۔

زخمیوں کی مرہم پٹّی، پھوڑے پھنسی کی دوائیں، بیماروں کی دیکھ بھال کا ڈھنگ، گھر کی صفائی ستھرائی، چیزوں کو قرینہ سے رکھنا، سامان کا سجانا، یہ سب کام امّی نے مجھے سکھا دیئے تھے اور میں بیمار کی دیکھ بھال اور تیمارداری ایسے قرینہ سے کرتی تھی کہ شفاخانہ کی نرس بھی کیا کرے گی۔

کتنا ہی بیمار ہو، کتنا ہی چڑچڑا کیوں نہ ہوجائے، میں اس کی دیکھ بھال سے ذرا نہ اُکتاتی تھی۔

ایک دفعہ امّی جان بیمار ہوئیں، کمر میں ایسا درد اُٹھتا تھا کہ مچھلی کی طرح تڑپتی تھیں اور ہر وقت کمر دَبواتی تھیں، مگر میں اُن کی خدمت سے کبھی نہ گھبرائی سستی اور کاہلی میں جانتی ہی نہ تھی۔

سینا پرونا کشیدہ کاری سارے محلّہ کی لڑکیاں مجھ سے سیکھتیں اور میں خوشی خوشی سکھاتی۔

تکیئے، میز پوش، پلنگ پوش، چادروں کے کونے بناتی اور اپنے چھوٹے بھائی کے رومالوں پر چنبیلی، گلاب، کاسنی کے پھولوں کے نقشے بنا کر ریشم کا کام کرتی۔

محلّہ کی لڑکیاں آتیں مسئلے مسائل پوچھتیں، کشیدہ کاری سیکھتیں، کھانا پکانے کی ترکیبیں پوچھتیں۔

حلوے، مربّے، اچار، چٹنیاں بنانے میں میرا ہاتھ اتنا صاف تھا کہ اچھے اچھے دوا فروش بھی میرے بنائے ہوئے، شربت اور اچاروں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

حضرت امام مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا ۳

قادیانی رسالہ کی مغالطہ انگیزیوں کے جوابات

تحریر: مفتی محمد سلمان منصور پوری

عبارت بالا میں روایت کے ترجمہ میں کھلے طور پر تلبیس اور دھاندلی سے کام لیا گیا ہے اور غلط ترجمہ کر کے روایت کو اپنی مطلب براری میں استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عربی عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ''محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ہمارے مہدی موعود کی دو ایسی نشانیاں ہیں جو زمین آسمان کی پیدائش سے لے کر اب تک پیش نہیں آئیں (اوّل یہ کہ) رمضان کی پہلی شب میں چاند گرہن ہوگا۔ (یہاں رمضان میں گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کا شوشہ چھوڑ کر مترجم نے دھاندلی کی کوشش کی ہے) دوسرے یہ کہ اسی رمضان کے نصف (پندرہویں تاریخ) میں سورج کا گرہن ہوگا۔ (یہاں بھی مترجم نے درمیان کے دن کا ترجمہ کر کے مغالطہ دیا ہے) اور یہ دونوں نشانیاں آسمان وزمین کی پیدائش سے اب تک ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔

> **مہدی کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور ۱۵؍ تاریخ کو سورج گرہن کا تحقق ہو، اور یہ واقعہ صرف امام مہدی کے زمانہ میں ہی پیش آئے گا۔ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آیا ہوگا، یہ نشانی قطعاً مرزا کے زمانہ میں نہیں پائی گئی کیونکہ اس کے زمانہ میں رمضان کی ۱۳، اور ۲۸ تاریخوں میں بالترتیب چاند اور سورج گرہن ہوا ہے۔**

اس صحیح ترجمہ سے بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ مہدی کی نشانی مذکورہ روایت کے اعتبار سے یہ ہے کہ خلاف عادت ماہ رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن اور اسی ماہ کی درمیانی تاریخوں میں سورج گرہن ہوگا۔ حالانکہ عموماً چاند گرہن مہینہ کے وسط میں اور سورج گرہن مہینہ کے اواخر میں ہوتا ہے۔

اس وضاحت کے بعد زیر بحث مسئلہ میں مذکورہ روایت کی استدلالی حیثیت کا اندازہ درج ذیل اشارات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے:

(۱) یہ روایت جسے حدیث نبوی کی شکل میں پیش کیا گیا ہے یہ حدیث نہیں بلکہ محمد بن علی کا قول ہے جب تک کوئی واضح دلیل نہ ہو اسے حدیث نبوی قرار دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء عظیم ہے۔

(۲) محمد بن علی کے نام کے بہت سے راوی ہیں اس روایت میں محمد بن علی سے امام باقر مراد لینا بلا دلیل ہے محض اپنی مطلب براری کے لیے یہ روایت امام باقر کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

(۳) ویسے بھی یہ روایت انتہائی درجہ کی کمزور اور نا قابل اعتبار ہے اس روایت کا پہلا راوی عمرو بن شمر ہے جس کے متعلق میزان الاعتدال۔ ص ۲۶۲، ج ۲ میں تحریر ہے: لیس بشیئی زائخ، کذاب، رافضی، یشتم الصحابة ویروی الموضوعات عن الشتات، منکر الحدیث لایکتب حدیثه، متروک الحدیث. (اس کی کوئی حقیقت نہیں، گمراہ ہے، جھوٹا ہے، رافضی ہے، صحابہ پر سب وشتم کرتا ہے، اور ثقہ لوگوں کا نام لے کر موضوع روایتیں نقل کرتا ہے، منکر الحدیث ہے، اس کی حدیث نہ لکھی جائیں، اس کی حدیثیں متروک ہیں) اسی طرح دوسرا راوی جابر ہے، جو مجہول ہے اور تیسرے راوی محمد بن علی کے بارے میں بھی یہ متعین نہیں کہ وہ کون سے محمد بن علی ہیں، لہٰذا ایسے مجہول اور ساقط الاعتبار لوگوں سے مروی روایت کو مستدل بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

گرہن کا ڈھونگ

(۴) روایت کے ترجمہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مہدی کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور ۱۵؍ تاریخ کو سورج گرہن کا تحقق ہو، اور یہ واقعہ صرف امام مہدی کے زمانہ میں ہی پیش آئے گا۔ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آیا ہوگا، یہ نشانی قطعاً مرزا کے زمانہ میں نہیں پائی گئی کیونکہ اس کے زمانہ میں رمضان کی ۱۳، اور ۲۸ تاریخوں میں بالترتیب چاند اور سورج گرہن ہوا ہے، بلکہ مرزا قادیانی سے پہلے ۴۵ سال کے اندر اندر تین مرتبہ انھی تاریخوں میں چاند اور سورج کے گرہن کے واقعات پیش آئے ہیں، لہٰذا ان تاریخوں میں گرہن کا ثبوت سچے مہدی کی نشانی نہیں بن سکتا (اس سلسلہ کی مکمل التفصیل مع حوالہ جات ونقشہ ردمرزائیت کے زریں اصول ص ۱۰۲ تا ۱۰۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہوش ھی نہ رھا

اپنے حضرت صاحب کو زبردستی امام مہدی کے منصب پر براجمان کرانے کے لیے مبلغ بنگالہ کو ایسا جوش آیا کہ اپنا ہوش ہی کھو بیٹھے اور سورہ قیامہ کی آیات فاذا برق البصر و خسف القمر کو بھی امام مہدی کے زمانہ کی علامات بیان کرنے والا قرار دے دیا حالانکہ یہ آیتیں قیامت کے ہولناک مناظر کو بیان کر رہی ہیں۔ ان کا امام مہدی کے زمانہ سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تفسیر بالرائے کی ایک چھوٹی سی مثال ہے جس میں مبتلا ہو کر اُمت مرزائیہ اپنا ابدی ٹھکانہ جہنم میں بنا رہی ہے۔

انکشاف

مؤلف مذکور نے آگے چل کر ایک حیرت انگیز انکشاف کا عنوان لگا کر یہ لکھا ہے کہ ''چاند اور سورج کا گرہن ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہوگا، اور عبارت یہ نقل کی ہے جس میں صرف سورج گرہن کا ذکر ہے، ان الشمس تنکسف مرتین فی رمضان. (بحوالہ تذکرہ قرطبی) تو پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ اس میں جناب نے چاند کا اضافہ کہاں سے کیا؟ اور آپ کو کس نے اس اضافہ کا حق تفویض کیا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مثال ایسی دی جائے کہ رمضان کی پہلی شب میں چاند گرہن ہو اور سورج گرہن رمضان کی ۱۵ ویں شب میں یا ایک ہی رمضان میں دو مرتبہ سورج گہن لگے پورے قادیانی گروہ کو چیلنج ہے کہ وہ اپنے حضرت صاحب کے زمانہ میں ایسی کوئی مثال کبھی بھی پیش نہیں کرسکتے، اور مؤلف مذکور نے صفحہ نو پر ہندوستان اور افریقہ کے جن گہنوں کی تاریخ دی ہے ان میں سے کوئی گہن بھی رمضان کی پندرہ تاریخ کو نہیں بیٹھتا اور نہ ایک رمضان میں کبھی دو مرتبہ سورج گرہن کا واقعہ پیش آیا ہے۔ اس سلسلہ میں جن ماہرین فلکیات وغیرہ کا نام لے کر دھونس جمانے کی کوشش کی گئی ہے وہ سب بے سود ہے کیونکہ کوئی بھی گرہن اس صفت کا نہیں ہوا جس صفت کا ہمیں مطلوب ہے۔ یہ صرف سچے حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہی پیش آئے گا۔

مرزا جی بھی آگئے

کتابچہ کے صفحہ دس پر امام محمد باقر کی طرف منسوب قول کی غلط تشریح کے لیے مؤلف نے اپنے حضرت صاحب کا سہارا لیا ہے اور اس سے یہ راز فاش ہوگیا ہے کہ مؤلف نے صفحہ آٹھ پر اس قول کے ترجمہ میں کیوں تلبیس سے کام لیا تھا؟ مرزا جی اپنی پیش گوئی کے چار پہلو نکالتے ہوئے لکھ رہے ہیں، دو پہلو کی تنقیح ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) چاند گرہن متعلقہ تاریخوں میں سے پہلی میں ہونا (یہ متعلقہ تاریخ کی قید قطعاً لغو ہے، اور مرزا نے محض اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لیے لگائی ہے مہدی کی نشانی یہ ہے کہ رمضان کی پہلی شب میں چاند کا گرہن ہو۔ لاوّل لیلة من رمضان کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ گہن کی متعلق تاریخوں میں سے پہلی رات میں چاند گہن ہو)

(۲) سورج کا گرہن اس کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہونا (یہ بات بھی بالکل مذکورہ قول سے میل نہیں کھاتی، اور یہ مرزا جی کی ذہنی اُپج ہے) الغرض اس حوالہ سے اندازہ ہوگیا ہے کہ رسالہ کا مؤلف دجل وتلبیس اور مکروفریب میں اپنے حضرت صاحب ہی کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے، قلم اس کا ہے اور بات ہے مرزا جی کی۔

بزرگانِ دین

گرہن کی نشانیوں والے مقولہ کی حیثیت کا ذکر اوپر آچکا ہے، اور یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ اگر اس مقولہ کو صحیح قرار بھی دیا جائے تو از روئے عربیت اس کا مطلب وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یعنی رمضان کی پہلی شب میں چاند گرہن اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن لگے، مگر مرزائی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے، اوّلا تو مقولہ کا ترجمہ بالکل غلط کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جن جن لوگوں نے اس مقولہ کو کسی بھی طرح نقل کیا ہے ان کے نام مقولہ کی تائید میں نقل کر کے عام لوگوں پر رُعب ڈالنا چاہتے ہیں۔ کتابچہ ہذا کے مؤلف نے بھی، ص ۱۱ سے ۱۴ تک سارا زور اسی پر صرف کیا ہے، پہلے شیخ نعمت اللہ کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کیے ہیں، اس کے بعد علامہ بیہقی وغیرہ علماء کے نام گنائے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرات صرف ناقل ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی اس مقولہ کی اسنادی حیثیت سے بحث نہیں کی ہے بلکہ شیخ نعمت اللہ کا یہ شعر:

مہدی وقت وعیسیٰ دوراں
ہر دورا شہسوارمی بینم

(وقت کا مہدی اور زمانہ کا عیسیٰ دونوں کو میں شہسوار دیکھتا ہوں)

خود مرزائیوں کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دو الگ الگ شخصیتوں کے نام ہیں جب کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو دونوں کا مصداق قرار دیتا ہے۔ اور جتنے حضرات نے بھی اس پیش گوئی کو نقل کیا ہے ان سب نے رمضان کی اوّل شب میں چاند گرہن اور پندرہ ویں شب میں سورج گرہن کا ذکر کیا ہے کسی نے بھی مرزا کے متعین کردہ اور خود ساختہ مطلب کی تائید نہیں کی۔ یہ عجیب بات ہے کہ محض پیش گوئی نقل کردینے کی وجہ سے مرزائیوں کے خود ساختہ مطلب کا ان حضرات کو مؤید ومصدق قرار دے دیا جائے۔ یہ حضرات اس الزام سے یقیناً بری ہیں۔ اسی بنیاد پر مذکورہ کتابچہ کا مؤلف ان حضرات کی اصل عبارتیں حتیٰ کہ حوالہ جات بھی پیش کرنے کی جسارت نہیں کرسکا ہے۔ اس لیے کہ ایسا کرنے سے استدلال کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی۔ (جاری)

> **رمضان کی پہلی شب میں چاند گرہن ہو اور سورج گرہن رمضان کی ۱۵ ویں شب میں یا ایک ہی رمضان میں دو مرتبہ سورج گہن لگے پورے قادیانی گروہ کو چیلنج ہے کہ وہ اپنے حضرت صاحب کے زمانہ میں ایسی کوئی مثال کبھی بھی پیش نہیں کرسکتے، اور مؤلف مذکور نے صفحہ نو پر ہندوستان اور افریقہ کے جن گہنوں کی تاریخ دی ہے ان میں سے کوئی گہن بھی رمضان کی پندرہ تاریخ کو نہیں بیٹھتا۔**

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ا، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ا، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

بی جے پی میں ورون اور مینکا گاندھی کی سیاسی حیثیت صفر

بی جے پی کے فائر برانڈ لیڈر کہے جانے والے رکن پارلیمنٹ ورون گاندھی ہی نہیں بلکہ ان کی والدہ، موجودہ رکن پارلیمنٹ اور سابق مرکزی وزیر مینکا گاندھی بھی سیاست میں ماضی کا حصہ بنتی جارہی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ بی جے پی میں ان کی سیاسی حیثیت صفر ہوگئی ہے حالانکہ ورون گاندھی مسلسل حکومت کے حق میں مضامین لکھ رہے ہیں تاہم اس پر نہ تو حکومت کی نظر ہے اور نہ ہی بی جے پی اعلیٰ قیادت کی۔ گزشتہ روز ورون گاندھی نے امریکی پارلیمنٹ پر ٹرمپ بھگتوں کے ساتھ ہندستانی ترنگا لے کر گئے لوگوں پر بھی سخت تنقید کی تھی اور ایک طرح سے اندھ بھگتی پر سوال قائم کیے تھے جس کے ہندستانی سیاست میں معنی و مطلب نکالے جارہے ہیں۔

علاوہ ازیں مودی حکومت اوّل میں کم از کم مینکا گاندھی کو مرکز میں وزیر بنایا گیا تھا لیکن مودی حکومت دوم میں انھیں کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی۔ ۲۰۱۹ء میں جب دوبارہ مرکز میں مودی حکومت آئی اور مینکا گاندھی کو کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی تو یہ تصور کیا گیا تھا کہ شاید اس مرتبہ ان کے بیٹے ورون گاندھی کو کوئی ذمہ داری دی جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ورون گاندھی کو بھی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی جبکہ یو پی سے کم درجہ کے لیڈران کو ذمہ داری سونپی گئی، اب جبکہ ۲۰۲۱ء کا آغاز ہوگیا ہے ورون گاندھی کا کہیں کوئی ذکر تک نہیں ہے۔ آنے والے مہینوں میں مغربی بنگال، آسام، تمل ناڈو، پڈوچیری اور کیرالہ میں اسمبلی انتخابات ہونے ہیں اور ان مقامات پر سیاسی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئی ہیں لیکن یہاں بھی ورون گاندھی کو کہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی اور نہ ہی امید ہے کہ ایسا کیا جائے گا کیونکہ بہار اسمبلی انتخابات میں بھی ورون گاندھی کو تقریباً دور رکھا گیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اب اتر پردیش کی سیاسی سرگرمیاں بھی تیز ہو رہی ہیں۔ ۲۰۲۲ء میں ہونے والے اسمبلی انتخابات کے سلسلے میں اتر پردیش میں سیاسی سرگرمیاں شروع

> **سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ اب بی جے پی میں مینکا گاندھی اور ورون گاندھی کی واپسی مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گاندھی فیملی سے ہیں اور گاندھی کنبہ سے ہونا اب بی جے پی کے لیے فائدہ نہیں بلکہ نقصان کا سبب بن رہا ہے۔**

ہوگئی ہیں لیکن اتر پردیش سے رکن پارلیمنٹ ورون گاندھی کو یہاں بھی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی اور نہ ہی دی جائے گی جیسا کہ ذرائع سے خبر ہے۔

سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ اب بی جے پی میں مینکا گاندھی اور ورون گاندھی کی واپسی مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گاندھی فیملی سے ہیں اور گاندھی کنبہ سے ہونا اب بی جے پی کے لیے فائدہ نہیں بلکہ نقصان کا سبب بن رہا ہے۔ ایسی صورت میں یہ بھی سوال ماہرین سیاست کی جانب سے اٹھایا جارہا ہے کہ کیا ورون گاندھی بی جے پی کی سیاسی دنیا میں گم ہوجائیں گی یا پھر کوئی نیا راستہ تلاش کریں گے؟ واضح رہے کہ ۲۰۱۷ء میں اتر پردیش اسمبلی انتخابات سے قبل یہ خبر سامنے آئی تھی کہ ورون گاندھی کانگریس کی جنرل سیکریٹری پرینکا گاندھی کے رابطے میں ہیں اور بہت ممکن ہے کہ وہ انتخابات سے قبل کانگریس میں شامل ہوجائیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ورون گاندھی ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات میں بی جے پی کے ہی ٹکٹ سے انتخابی میدان میں اترے اور کامیاب بھی ہوئے۔ ان کی والدہ بھی کامیاب ہوئیں لیکن اس کے بعد سے خاموشی ہے۔ اب جبکہ ۲۰۲۲ء کے لیے کانگریس اپنی پوری طاقت جھونک رہی ہے اور پرینکا گاندھی پوری شدت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں تو یہ بھی چہ می گوئیاں ہورہی ہیں کہ اُس مرتبہ نہیں تو کم از کم اِس مرتبہ ورون گاندھی کا ساتھ لیا جاسکتا ہے حالانکہ ابھی تک حال فی الحال ایسی کوئی خبر یا ایسی کوئی ملاقات کی بات سامنے نہیں آئی ہے جس سے اس کو مصدقہ کہا جائے تاہم اتنی بات تو بی جے پی اعلیٰ کمان اور سیاسی پنڈتوں کو بھی معلوم ہے کہ ورون گاندھی اور پرینکا گاندھی کے رشتے کافی مضبوط ہیں۔ دونوں لیڈران میں بطور بھائی بہن ملاقات اور بات چیت ہوتی رہتی ہے لیکن سیاسی طور پر یہ بات چیت کب بدلے گی اور بدلے گی بھی یا نہیں یہ کہہ پانا فی الحال جلد بازی ہوگی لیکن حالات جس طرح کے پیدا ہو رہے ہیں اس میں کچھ بھی ممکن نہیں۔ ◻◻

مودی کو اختلافِ رائے رکھنے والوں کی بات سننی چاہیے

سابق صدر جمہوریہ پرنب مکھرجی کی آخری کتاب کا ایک باب

آنجہانی سابق صدر جمہوریہ پرنب مکھرجی نے اپنی یاداشتوں میں مودی سرکار اور وزیر اعظم مودی کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ انھوں نے حکومت کے بہت سے فیصلوں کو قریب سے دیکھا اور تنقید کی۔ انھوں نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا کہ پہلی مدت میں مودی حکومت اپنی بنیادی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے نبھانے میں ناکام رہی اور پارلیمنٹ کا اجلاس ٹھیک طور پر نہیں چل سکا۔ انھوں نے کہا کہ پہلی مدت کے دوران مودی کا کام کرنے کا انداز آمرانہ تھا۔ وزیر اعظم مودی کے اچانک دورۂ پاکستان کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بلاوجہ نواز شریف سے ملاقات کے لیے جانا دونوں ممالک کے تعلقات کے لیے اچھا نہیں کہا جاسکتا۔ آنجہانی سابق صدر پرنب مکھرجی کا خیال تھا کہ وزیر اعظم نریندر مودی کو اختلافِ رائے رکھنے والوں کی آواز سننی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ وزیر اعظم مودی کو اپوزیشن سے بات کرنے اور ملک کو تمام معاملات سے واقف کرنے کے لیے پارلیمنٹ کو ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرنا چاہیے اور ایوان میں اکثر بولنا چاہیے۔ پرنب مکھرجی کا ماننا تھا کہ پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کی محض موجودگی سے ہی اس ادارے کے کام پر بہت بڑا فرق پڑتا ہے۔ آنجہانی پرنب مکھرجی نے اپنی یادداشت 'دی پریسیڈنشیل ایئرس ۲۰۱۲-۲۰۱۷ء' میں ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ کتاب گزشتہ سال اپنی موت سے پہلے لکھی تھی۔ یہ کتاب گزشتہ دنوں شائع ہوئی۔ کتاب میں پرنب مکھرجی نے لکھا ہے کہ جواہر لال نہرو، اندرا گاندھی، اٹل بہاری واجپئی یا منموہن سنگھ، ان سب نے اپنی موجودگی کو ایوان کے فرش پر محسوس کرایا۔ ایک خبر رساں ادارے کے مطابق آنجہانی پرنب مکھرجی نے لکھا ہے: اپنے دوسرے دور میں اب پی ایم مودی کو اپنے پیش رو سے تحریک لینی چاہیے اور ان حالات سے بچنے کے لیے پارلیمنٹ میں اپنی حاضری کے ذریعے جو پارلیمانی بحران ہم پہلے دور میں دیکھ چکے تھے، اس سے بچنے کے لیے حاضر ہونا چاہیے۔ پرنب مکھرجی نے لکھا ہے، وزیر اعظم مودی کو غیر اطمینان بخش آوازیں سننی چاہئیں اور پارلیمنٹ میں زیادہ کثرت سے بات کرنا چاہیے۔ انھیں پارلیمنٹ کو پلیٹ فارم کے طور پر اپوزیشن کو اپنے خیالات کی وضاحت کرنے اور ملک سے واقف کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

پرنب مکھرجی نے کہا کہ متحدہ ترقی پسند اتحاد (یو پی اے) کی حکومت کے دوران، وہ اپوزیشن نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (این ڈی اے) کے ساتھ ساتھ یو پی اے کے سینئر رہنماؤں کے ساتھ مستقل رابطے میں تھے اور پیچیدہ معاملات حل کرنے

> **سابق صدر پرنب مکھرجی نے یہ بھی لکھا کہ ۸؍نومبر ۲۰۱۶ء کو اپنے اعلان سے قبل وزیر اعظم نریندر مودی نے ان کے ساتھ کوئی مشورہ نہیں لیا تھا اور اقدامات کرنے کے بعد ان سے مدد لی گئی تھی، لیکن اس اعلان نے انھیں حیرت میں نہیں ڈالا کیونکہ اس طرح کے اعلانات کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔**

کے لیے مشورے کرتے تھے۔ انھوں نے لکھا میرا کام ایوان کو چلانا تھا، چاہے اس کا مطلب حزب اختلاف، اتحاد کے ممبروں سے ملنا اور راضی کرنا ہے۔ میں ہر وقت ایوان میں موجود رہتا تھا تاکہ اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو، کوئی بھی متنازع مسئلہ ہو تو اسے حل کیا جاسکے۔ پرنب مکھرجی نے بھی اپنی کتاب میں این ڈی اے کے ۱۹-۲۰۱۴ء کے دور کو نشانہ بنایا ہے۔ انھوں نے پارلیمنٹ کی ہموار اور مناسب کارروائی کو یقینی بنانے کے لیے این ڈی اے کو ایک بنیادی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ پرنب مکھرجی نے لکھا ہے کہ میں حزب اختلاف اور حکومت میں تیکھی تکرار کے لیے حکومت کے تکبر اور صورتحال کو نہ سنبھال پانے کو ذمہ دار مانتا ہوں، تاہم حزب اختلاف بھی اس سے کم ذمہ دار نہیں ہے۔ اپوزیشن نے بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔

سابق صدر پرنب مکھرجی نے یہ بھی لکھا کہ ۸؍نومبر ۲۰۱۶ء کو اپنے اعلان سے قبل وزیر اعظم نریندر مودی نے ان کے ساتھ کوئی مشورہ نہیں لیا تھا اور اقدامات کرنے کے بعد ان سے مدد لی گئی تھی، لیکن اس اعلان نے انھیں حیرت میں نہیں ڈالا کیونکہ اس طرح کے اعلانات کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔

پرنب مکھرجی نے ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں کانگریس کی شکست پر بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ۲۰۱۴ء کی شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کانگریس اپنی کرشمائی قیادت کو تسلیم کرنے میں ناکام رہی۔ اپنی کتاب میں انھوں نے لکھا ہے کہ جب ۲۰۱۴ء کے لوک سبھا انتخابات کے نتائج آئے تو یقین کرنا مشکل تھا کہ کانگریس صرف ۴۴ نشستیں جیتنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ کانگریس ایک قومی تنظیم ہے جو لوگوں کی زندگیوں سے وابستہ ہے۔ اس کا مستقبل ہمیشہ ہر ایک کے لیے فکرمندی کا موضوع ہے۔ پرنب مکھرجی نے کبھی بھی اپنی عزتِ نفس کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ یوم جمہوریہ کے موقع پر جب وہ بطور مہمانِ خصوصی ہندستان آئے تو انھوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ انھیں ہندستان کے صدر کے ساتھ تقریب میں جانا پڑے گا اور انھیں یہاں کے سیکورٹی نظام پر اعتماد کرنا چاہیے۔ پرنب مکھرجی نے یادداشت میں لکھا، یہ کہنا کہ مودی کے وزیر اعظم بننے کے بعد جاپان کے ساتھ تعلقات میں بہتری آئی ہے۔ جاپان سے ۲۰۱۴ء سے پہلے ہی بہت اچھے تعلقات تھے۔ مودی کے وزیر اعظم بننے سے پہلے ہی شنزو آبے ہندستان آئے تھے۔ سابق صدر نے سرجیکل اسٹرائیک کو ایک عام فوجی آپریشن بھی قرار دیا جو پاکستان کے اقدامات کے احتجاج کے لیے کیا گیا تھا۔ ◻◻

تجزیہ — **م. افضل**

جمہوریت کے نام پر ڈکٹیٹر شپ کا خطرناک کھیل

اکثریت کے غرور میں مودی سرکار جمہوریت کو روندتے ہوئے آمریت کا خطرناک کھیل شروع کرچکی ہے، اس سے پہلے بھی سرکار کے لوگ یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ ملک کے عوام نے اکثریت کے ساتھ بی جے پی کو اقتدار سونپ کر اسے ہر سیاہ و سفید کا مالک بنادیا ہے، اس لیے سرکار کچھ بھی کرے اس کی مخالفت کوئی نہیں کرسکتا، بلاشبہ سرکار کے اختیارات میں یہ سب کچھ ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ سرکار اپنے فیصلوں کو جبراً عوام پر تھوپے اور جو لوگ اس کی مخالفت کریں، انھیں اینٹی نیشنل قرار دے دیا جائے۔ بدقسمتی سے دوسری بار اقتدار میں آنے کے بعد سے مودی سرکار یہی کررہی ہے، نئے نئے قانون بن رہے ہیں اور عوام کی مخالفت کے باوجود انھیں جبراً عوام پر تھوپا جارہا ہے۔ کسانوں کی فلاح و بہبود کی آڑ میں زرعی قوانین چور دروازے سے لے آئے گئے، بظاہر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ ملک کے کسانوں کی بہتری کے لیے اس طرح کے قوانین کی اشد ضرورت تھی، ان سے کسانوں کو بے پناہ فائدہ پہنچے گا لیکن ایک ساتھ جس طرح تین قانون منظور کیے گئے اس کے پیچھے درحقیقت کسانوں کو نہیں بلکہ کارپوریٹ گھرانوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ کارپوریٹ گھرانے بھی وہی گھرانے ہیں جو وزیر اعظم نریندر مودی کے منظورِ نظر ہیں یعنی امبانی اور اڈانی، یہ سچائی بھی سامنے آچکی ہے کہ ان قوانین کی منظوری سے پہلے ہی امبانی اور اڈانی نے اناج اسٹور کرنے کے لیے منصوبہ بندی شروع کردی تھی اور کئی جگہ ان کے بڑے بڑے گودام بھی بن کر تیار ہوچکے تھے۔ ایسے میں ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ زرعی قوانین ان دونوں کارپوریٹ گھرانوں کی مرضی اور منشا کے مطابق تیار کیے گئے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اب جبکہ ملک کا کسان اس کے خلاف سراپا احتجاج بن کر دہلی کی سرحد تک آپہنچا ہے، مودی جی مسلسل یہ اعلان کررہے ہیں کہ یہ قوانین کسانوں کے مفاد میں لائے گئے ہیں اس لیے انھیں واپس نہیں لیا جائے گا۔

دو مہینے سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اس بلا کی ٹھنڈ میں ملک کا کسان لاکھوں کی تعداد میں کھلے آسمان کے نیچے اپنے مطالبات کو لے کر دھرنا دے رہا ہے مگر سرکار زرعی قوانین کا فائدہ گنوانے میں مصروف ہے، اسے کسانوں سے بات کرنے کی فرصت نہیں ہے، اس درمیان کئی بار بات چیت کا ڈرامہ ہوا مگر سرکار اپنے فیصلے پر اڑی رہی اور کسان اپنے موقف پر اڑے رہے، چنانچہ کوئی حل نہیں نکل سکا، ہندستان صدیوں سے ایک زراعت پیشہ ملک رہا ہے، زراعت ہمارے ملک کی معیشت کی بنیاد ہے، ملک کی ایک بڑی آبادی کا انحصار اب بھی زراعت پر ہے، عام کسانوں میں یہ خوف اندر تک پہنچ گیا ہے کہ جو نئے قوانین آئے ہیں وہ اگر عمل میں آگئے تو ان کی حیثیت ایک بندھوا مزدور کی ہوکر رہ جائے گی، اور ان کے کھیتوں کے اصل مالک کارپوریٹ گھرانے ہوں گے، یہ خوف غلط نہیں ہے کیونکہ لائے گئے نئے قوانین میں بہت خوبصورتی سے اس کی منصوبہ بندی کی گئی ہے، المیہ یہ ہے کہ مودی سرکار نے خود کو ہی ملک سمجھ لیا ہے، اس کے نتیجے میں سرکار خود کو آئین و جمہوریت سے بالاتر سمجھنے لگی ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی اس کے کسی فیصلہ کی مخالفت ہوتی ہے وہ اسے قوم پرستی سے جوڑ کر مخالفین کو ملک دشمن سمجھنے لگتی ہے، سی اے اے جیسے قانون کی مثال ہمارے سامنے ہے اس کو لے کر جب ملک کے انصاف پسند طبقہ نے تحریک شروع کی تو انھیں ڈنڈوں کے زور سے کچلنے کی کوشش ہوئی، اس قانون کی مخالفت کرنے والوں کو اینٹی نیشنل قرار دے دیا گیا، لیکن جب ہر طرح کے ظلم و استبداد کے باوجود یہ تحریک مضبوط ہوتی گئی تو اسے ہندو مسلم کا رنگ دے دیا گیا، یہ باور کرانے کی مسلسل کوشش ہوئی کہ سی اے اے کی مخالفت تنہا مسلمان کررہے ہیں۔ کسان تحریک کے تعلق سے بھی اسی رویہ کو اپنانے کی کوشش ہوئی، ابتدا میں یہ تاثر دینے کی دانستہ کوشش ہوئی کہ اس تحریک میں تنہا پنجاب کے کسان شامل ہیں مگر جب تحریک کا دائرہ بڑھنے لگا اور دوسری ریاستوں کے کسان بھی اس تحریک میں عملاً شامل ہوگئے تو اسے بھی مذہبی رنگ دینے کی سازش ہوئی، کہا گیا کہ خالصتان حامی اس تحریک کی مدد کررہے ہیں، اچھی بات یہ ہے کہ اس طرح کا ہر حربہ اب تک ناکام رہا ہے، جس تحریک کو کل تک پنجابی کسانوں کی تحریک قرار دینے کی کوشش ہورہی تھی، اب وہ بڑھ کر پورے ملک کے کسانوں کی تحریک بن چکی ہے، سرکار جھکنے کے لیے بھلے ہی تیار نہ ہو لیکن اس تحریک نے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کسان تحریک کو ختم کرانے کے لیے سپریم کورٹ کا سہارا لیا تھا مگر وہاں سے بھی انھیں ناکامی ہاتھ لگی، عدالت نے تمام عرضیوں پر سماعت کرتے ہوئے کہا کہ وہ قوانین کے خلاف مظاہرہ کرنے کے بنیادی حق کو مانتی ہے، ہم اس میں دخل نہیں دیں گے لیکن مظاہروں کے طریقۂ کار پر ہم غور کریں گے، عدالت نے یہ بھی کہا کہ سماعت ہونے تک مرکز قانون کو عمل میں نہ لانے کا بھروسہ دلائے اس پر اٹارنی جنرل کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو کسان مذاکرہ کرنے کے لیے نہیں آئیں گے، اس بات سے صاف اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان قوانین کو نافذ کرنے کی سرکار کو جلدی کیوں ہے؟

سرکار کی بوکھلاہٹ کا عالم یہ ہے کہ کسانوں کو بھی اسی طرح ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جس طرح سی اے اے کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا گیا تھا، کسانوں کو لاکھوں روپے کے نوٹس جاری ہورہے ہیں، ان سے بانڈ بھروائے جارہے ہیں، کسان لیڈروں پر الزام یہ لگایا جارہا ہے کہ وہ کسانوں کو بھڑکا رہے ہیں، یعنی اب ظلم و استبداد کے سہارے اتر پردیش اور اتراکھنڈ جیسی ریاستوں میں کسانوں سے احتجاج کا حق بھی چھینا جارہا ہے، دوسری طرف ہمارے وزیر اعظم کسانوں سے من کی بات کرنے کے لیے کبھی تو گجرات جاتے ہیں تو کبھی مدھیہ پردیش کا رخ کرتے ہیں، مگر اپنی رہائش گاہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر اپنا گھر بار چھوڑ کر دھرنے پر بیٹھے کسانوں کی انھیں یاد نہیں آتی وہ دور دور سے ہی زرعی قوانین کے فائدے گنوا رہے ہیں، وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ اچانک نہیں ہوا بلکہ ان کے بننے میں ۲۲ سال کا وقت لگا اور ہر حکومت نے اس پر بحث کی، سوال یہ ہے کہ اگر دوسری سرکاریں اس طرح کا قانون لانا چاہتی تھیں اور من و عن وہی قانون مودی جی لے کر آئے ہیں تو بنیادی سوال یہ ہے کہ اس پر پارلیمنٹ میں انھوں نے بحث کیوں نہیں کرائی اور اب پارلیمنٹ کا سرمائی اجلاس بھی انھوں نے ملتوی کرادیا ہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر پارلیمنٹ کی کارروائی چلی تو ان قوانین کو لے کر ان سے سوال کیے جائیں گے، اس سے ظاہر ہوگیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے، وزیر اعظم کسان تحریک کا ٹھیکرا کانگریس کے سر پھوڑ رہے ہیں، ان کا الزام ہے کہ کانگریس کسانوں کو گمراہ کررہی ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اب تک مودی سرکار کے جس کسی فیصلے کی عوام نے مخالفت کی ہے اس کے پیچھے ان لوگوں کو سیاست ہی نظر آئی ہے، کسان قوانین کی واپسی کے مطالبہ پر اڑے ہوئے ہیں اور سرکار پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں، ایسے میں ایک بڑا سوال یہ ہے کہ اس کا حل کیسے نکلے گا؟ کیا کسانوں کے خلاف سرکار ٹھیک اسی طرح طاقت کا استعمال کرے گی جس طرح سی اے اے کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے خلاف کیا گیا تھا؟ امید ہے کہ سرکار ایسا کرنے کی غلطی نہیں کرے گی کیونکہ یہ کسان ہیں مسلمان نہیں۔ یہ سی اے اے اور این آر سی کے مخالفین نہیں ہیں جنھیں پولیس کو آگے کرکے ظلم و استبداد کا نشانہ بنایا جائے گا اور قوم پرستی کی فتح کا جشن منا کر سرکار چین کی نیند سوجائے گی، کسان بیدار ہوچکے ہیں اور جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جائیں گے وہ نہ تو خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ ہی سرکار کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔

کھیل کی دنیا

پاکستان آزمائشی کرکٹ سے لیگ کرکٹ تک کا سفر

بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے آزمائشی کرکٹ کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے یعنی ناچاہتے ہوئے بھی کچھ رنگ اس میں بھی انڈیل دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سفید کپڑوں پر مختلف رنگوں سے ہندسے اور کھلاڑیوں کے نام لکھوادیئے گئے اس سے بڑھ کر برقی قمقموں میں مختلف رنگ کی گیندوں سے کھیلا جانے لگا۔ مختصر اوور کے عالمی مقابلوں کی طرح ٹیسٹ چمپئن شپ کا انعقاد بھی کیا جارہا ہے لیکن ان ساری غیر رسمی آمیزشوں سے اصل آزمائش نہیں ہو پارہی اور مختلف ممالک جن میں آسٹریلیا، بھارت، انگلینڈ اور نیوزی لینڈ اپنے روائتی انداز سے کھیلتے ہوئے کرکٹ کی اس صنف میں بھی اپنا سکا جمائے ہوئے ہیں۔ ان ممالک کے کھلاڑی، کھیل کے مزاج کی بجائے کھیل کو اپنے مزاج میں ڈھالنے کی بھرپور اہلیت رکھتے ہیں، جو درحقیقت ان کی کامیابی کا خاصہ ہے۔ پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے لیکن اس بات کو کتابوں تک محدود رکھنے کا ہر عملی قدم اٹھایا جاچکا ہے۔ ہمارا قومی جذبہ، جوش وخروش اور والہانہ لگاؤ صرف کرکٹ کیلئے مختص ہو چکا ہے، ہم کرکٹ میں شکست پر روتے بھی ہیں، اپنا کوئی نقصان بھی کرلیتے ہیں اور جیت پر اسکے شایہ شان جشن بھی مناتے ہیں۔ پاکستانی کرکٹر جو خود بھی بین الاقوامی فہرست میں شامل ہونے سے قبل کچھ ایسے ہی جذبات رکھتے ہیں، نام ہو جانے کے بعد معلوم نہیں کیا ہو جاتے ہیں۔ کیا کسی بھی پیشے سے تعلق رکھنے والے کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے کام کیلئے متعین کئے گئے ماحول کا بہانا بنائے۔ ہم اپنے کھلاڑیوں اور دیگر عملے سے یہی سنتے ہیں کہ وہاں کا ماحول ہمارے لئے سازگار نہیں تھا، وہاں کے لوگ ہمارے حمایتی نہیں تھے۔ جن کا اوڑھنا بچھونا کرکٹ ہو اور جنہیں ملکی کرکٹ کھیلنے کیلئے خطیر رقم دی جاتی ہو، جو اضافی رقم کیلئے دنیا میں کھیلی جانے والی لیگز کا حصہ بنتے ہوں کیا انہیں ایسے جواز دینے چاہئے۔ ہم بطور پاکستانی ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ ہمیں کرکٹ کے کھلاڑی اپنے شوق اور لگن سے آراستہ قدرتی طور پر میسر ہو جاتے ہیں۔ غور کیجئے کہ کیا لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے ہم دوسرا بابر اعظم بنا سکے ہیں؟ دوسری طرف اسٹریلیا کو لے لیجئے فہرست تو طویل ہے لیکن آپ پونٹنگ کو لیجئے جس کی موجودگی میں مائیکل کلارک کو تیار کیا گیا، کلارک کی موجودگی میں اسمتھ کو تیار کیا گیا اور ابھی اسمتھ اپنے جوہر دیکھا رہے ہیں کہ لبوچینگ نامی بلے باز نے اپنی موجودگی کا بھرپور احساس دلانا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک کو لے لیجئے پائے کے بلے بازوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے وہاں ٹیم انتظامیہ کیلئے گیارہ کھلاڑی منتخب کرنا دشوار ہوتا ہوگا۔ پاکستانی کھلاڑی اگر کچھ کارہائے نمایاں کر دیکھائے تو اکثر حضرات کے مزاج ساتویں آسمان کو چھونا شروع ہو کر دیتے ہیں اور رہی سہی کثر خوشامدی پوری کر دیتے ہیں یعنی ابھی صحیح طرح سے اوپر چڑھے بھی نہیں ہوتے کہ نیچے سے سیڑھی کھینچنا شروع کر دیتے ہیں۔

پاکستان کا حالیہ سامنا جو کہ نیوزی لینڈ سے ہوا، پاکستان کیلئے کسی بھی طرح سے اچھا ثابت نہیں ہوا جس میں پاکستانی بلے بازی کی کمر کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے اور کپتان بابر اعظم کا پورا دورہ باہر بیٹھ کر گزارنا پڑا جس کی وجہ دورانِ مشق (پریکٹس) انکے انگوٹھے پر شدید چوٹ کا لگنا بنا۔ اگر فواد عالم کی واپسی پر بننے والے سیکڑے (سینچری) کو ہٹا دیں تو کوئی بلے باز خاطر خواہ

> **پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کا عمل جاری ہے جنوبی ایشاء سے پاکستان کا دورہ کرنے والی پہلی ٹیم جنوبی افریقہ کا حالیہ دورہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، تقریباً چودہ سال بعد جنوبی افریقہ کی ٹیم پاکستان کے دورے پر پہنچ چکی ہے جو کہ تمام حفاظتی خدشات کے خاتمے کے بعد ممکن ہوا ہے۔**

کارگردگی دیکھانے سے قاصر رہا جن میں امیدوں کا محور شان مسعود، حارث سہیل، عابد علی وغیرہ شامل تھے ہاں البتہ محمد رضوان جنہیں کپتانی سونپی گئی کسی حد تک بلے بازی میں اپنا حصہ ڈالنے میں کامیاب رہے اور انتظامیہ اپنے اس تجربے پر کسی حد تک مطمئن بھی دکھائی دی۔ پاکستانی ٹیم کے سابق وکٹ کیپر کپتان سرفراز احمد کی موجودگی سے فائدہ اٹھانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا تو پھر کیا انہیں صرف امامت کیلئے ساتھ لے گئے تھے، یک بعد یہ دوسرا دورہ تھا جس میں سرفراز احمد کے ساتھ ایسا رویہ روا رکھا گیا، جو کہ کسی بھی طرح سے انتظامیہ کی پیشہ ورانہ محارت پر سوالیہ نشان بننے کیلئے کافی ہے۔ محمد عامر کے ساتھ پاکستان کرکٹ بورڈ نے صلہ رحمی کی اور انکے سرکردہ گناہ کی تلافی کے بعد انہیں ٹیم میں کھلی جگہ دی جس پر وہ جہاں بورڈ کے کوئی خاص شکر گزار ابھی نہیں دیکھائی دئے بلکہ انتظامیہ کے روئے پر سوالیہ نشان بنا کر کرکٹ کو خیر باد کہہ دیا۔ محمد عامر کا موجودہ کرکٹ ٹیم کی انتظامیہ سے شدید اختلافات سامنے آرہے ہیں۔ بورڈ نے نیوزی لینڈ سے شکست کو کسی انتظامی کوتاہی سے نہیں جوڑا ہے اور ان تمام چہ ماگوئیوں کو نظرانداز کر دیا کہ شائد ہیڈ کوچ یا پھر بولنگ کوچ تبدیل ہو جائیں گے۔

پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کا عمل جاری ہے جنوبی ایشاء سے پاکستان کا دورہ کرنے والی پہلی ٹیم جنوبی افریقہ کا حالیہ دورہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، تقریباً چودہ سال بعد جنوبی افریقہ کی ٹیم پاکستان کے دورے پر پہنچ چکی ہے جو کہ تمام حفاظتی خدشات کے خاتمے کے بعد ممکن ہوا ہے۔ اسے پاکستان کرکٹ بورڈ کی سفارتی کامیابی بھی کہا جاسکتا ہے اور کرکٹ جنوبی افریقہ کی انتظامیہ جس میں سابق کپتان اور دائیں بازو سے بلے بازی کرنے والے گریم اسمتھ بھی شامل ہیں دل سے شکریہ کہ مستحق ہیں۔ جنوبی افریقہ کی ٹیم کپتان ڈی کاک کی قیادت میں اپنی بھرپور قوت کے ساتھ پاکستان پہنچی ہے اور ساتھ ہی ایک ایشائی ٹیم سری لنکا کو ٹیسٹ سریز میں شکست دے کر آرہے ہیں جبکہ پاکستان ایک بدترین نا سہی لیکن بری شکست کے ساتھ میدان میں اترنے والا ہے، لیکن مثبت پہلو دیکھیں تو جب آپ اچھی ٹیم سے کھیل کر بھلے ہی ہارے ہوئے کیوں نا ہوں آپکے حوصلے ضرور بلند ہوتے ہیں پھر اپنے میدانوں پر کھیلنا ہے جو قدرے آسان ہوگا۔ بورڈ نے بغیر کسی انتظامی تبدیلی کے ٹیم میں ردو بدل کی ہے اور نئے چیف سلیکٹر محمد وسیم نے اپنے جوہر دیکھانے کی کوشش کی ہے ہمیں امید ہے کہ نئی منتخب شدہ ٹیم نا صرف بہتر کارگردگی دیکھائے گی بلکہ جنوبی افریقہ کو آزمائشی اور ٹی ٹوئنٹی میں شکست دے کر سریز اپنے نام کرے گی۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ٹیسٹ چمپئن شپ کے نمبروں میں انڈیا آسٹریلیا کو اس کے گھر میں سریز ہرا کر پہلے چار میں شامل ہو چکا ہے۔ ٹیسٹ مقابلے ہمارے لئے تو کسی آزمائش سے کبھی بھی کم نہیں رہے۔ پاکستان سپر لیگ بھی تیار ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اب کی بار کون کہاں سے جلوہ گر ہونے جا رہا ہے۔ دعا کیجئے کہ مرحلہ وار میدانوں کو کھولا جائے اور مخصوص تماشائیوں کو داخلے کی اجازت دی جائے۔ آزمائش سے لیگز تک کا سفر مکمل ہوا اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سے آگے سنگل یا ڈبل وکٹ بھی بین الاقوامی سطح پر کھیلی جائے گی۔ سب کچھ ایک طرف ہے دوسری طرف کرکٹ دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہی ہے۔ □□

طب وصحت

مائیگرین دنیا کا ہر ساتواں شخص ہے اس کا شکار

عام طور پر سر درد کی بیماری کو ایک عام بیماری تسلیم کیا جاتا ہے۔ سر درد ہے ’تو پیناڈول کھالو یا پھر ڈسپرین‘ کچھ ہی دیر میں درد میں افاقہ، لیکن ہر سر درد عام نہیں ہوتا۔ سر درد کی مختلف اقسام ہوتی ہیں، اکثر لوگوں کو ہر کچھ دن بعد آدھے سر میں درد ہونے لگتا ہے (کسی کو دائیں یا پھر کسی کو بائیں جانب) یہ درد تین چار گھنٹے رہتا ہے، لیکن اس کی شدت اور پیمانہ ہر فرد میں مختلف ہوتا ہے۔ اس دوران جس حصہ میں درد ہو، اس حصہ کے کان، آنکھ اور گال بھی درد سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔ یہ درد منہ کے اندر موجود مسوڑھوں سے شروع ہوتا ہے اور مریض کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے کنپٹیاں پھٹ جائیں گی اور دماغ کی نسیں کام کرنا بند کر دیں گی۔ یہ درد دوائیوں کی صورت ختم ہوتا ہے یا پھر کچھ لوگوں کو جتنی تے آتی ہے، آہستہ آہستہ ان کا درد اتنا ہی ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔ ماہرین طب اس مرض کو مائیگرین کا نام دیتے ہیں۔ دنیا کا ہر ساتواں فرد اس مرض کا شکار ہے، جن میں کئی نامور سلیبریٹیز بھی شامل ہیں۔

سلیبریٹیز اور مائیگرین کا مرض

- دنیائے ٹینس کی ملکہ سرینا ولیم بھی ماضی میں مائیگرین کے مرض کا شکار رہ چکی ہیں۔ ان کا کہنا ہے اس مرض کے حملہ آور ہونے تک میں اس مرض سے واقف نہیں تھی، لیکن جب میں اس مرض کا شکار ہوئی، تب میں نے جانا کہ دنیا کی ۶۰ فیصد خواتین اس مرض کا شکار ہیں، جس کا تعلق خواتین کے ہارمونز کی خرابی، کھانوں میں بداحتیاطی یا پھر نیند کی کمی و زیادتی سے ہے۔ میرے ڈاکٹر کے مشوروں اور دی گئی میڈیسن کی بدولت ہی اس مرض سے نجات ممکن ہو پائی۔
- امریکی سیاستدان مائیکل بیکمن ایک جانی مانی شخصیت ہیں، جنھیں ۲۰۱۱ء میں امریکی ذرائع ابلاغ کی جانب سے سخت تنقید اور مضحکہ خیز مضامین کا سامنا کرنا پڑا۔ سخت ذہنی دباؤ کے سبب مائیکل بھی مائیگرین مرض کا شکار ہوگئیں۔ اس دوران انھیں کنپٹیاں پھٹتی ہوئی محسوس ہوتیں، بالآخر انھیں بھی ڈاکٹر سے رجوع کرنا پڑا۔
- امریکی اداکارہ، کامیڈین اور رائٹر لسا کدرو بھی مائیگرین کے مرض کا شکار رہ چکی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب یہ مرض مجھ پر حملہ آور ہوا، تب ایک خوبصورت دن کا اختتام تیز اور شدید سر درد پر ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ میرے والد اور خاندان کے دیگر رشتہ دار بھی اس سے قبل اس مرض کا شکار رہ چکے تھے، جس کے باعث یہ مرض مجھ میں منتقل ہوا۔ طبّی ماہرین کی رائے کے مطابق، جو والدین مائیگرین کے مرض کا شکار رہے ہوں، ان میں اس مرض کے منتقل ہونے کے امکانات ۵۰ سے ۷۵ فیصد پائے جاتے ہیں، اسی لیے اگر والدین اس مرض کا شکار ہوں، تو لازم ہے کہ آپ مناسب وقت پر ڈاکٹر سے مشورہ لیں۔
- باسکٹ لیجنڈ کریم عبدالجبار کو ۱۴ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ مائیگرین کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے مطابق دوران مائیگرین مرض ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گردن اور کنپٹیوں کے گرد درد (باقی صـ۱۴ پر)

ادبیات

مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے

منصور علی خاں کاردار

مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — نہ جانے کس جہاں میں کھو گیا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — کیا بیدار تو نے دوسروں کو
تو گہری نیند میں خود کیوں سو گیا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
کبھی یورپ تیرے زیر نگیں تھا — مگر بندہ تو آج اس کا ہوا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — تھا مشرق اور مغرب میں تو حاکم
اور اب محکوم سب کا بن گیا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
کہاں ہے تیرا وہ عزمِ جلالی — جسے کھو کر تو بزدل ہو گیا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — بلندی سے پستی آئی کیونکر
بتا سچ کہ کیا تو نے کیا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
زمانہ تھا کبھی تیرا معاون — اور اب سارا جہاں دشمن بنا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — جو تھے محکوم حاکم بن گئے ہیں
جہاں میں اب انہیں کا دبدبہ ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
یہودی، یورپ اور امریکہ سارے — ہیں سب اک ساتھ تو تنہا کھڑا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — یہ مسلم دشمنی میں متحد ہیں
تیری طاقت ترا واحد خدا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
کریں یلغار مل کر تجھ پہ اک دم — یہی منصوبہ طاغوتی بنا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — فلسطین و عراق وشام و لبنان
رہیں گے زندہ یہ حکم خدا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
تری ہمت تیری جرآت کہاں ہے — ترا دشمن زمانہ کیوں ہوا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — تو پھر سے ایک ہو جا راہ حق میں
کہ اس میں ہی تری مضمر بقا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
صفوں کو اپنی پھر سے متحد کر — بہت کچھ انتشار اب ہو چکا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — نہیں خاموش رہنے کا یہ موقع
کہ تیرے سامنے محشر بپا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
ہو اللہ احد ورد زباں کر — تری طاقت ترا واحد خدا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — خدا کے نام پر وحدت میں آجا
ترا معبود واحد کبریا ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
تری ملت ہے امت مصطفیٰؐ کی — تجھے اتنا بڑا رتبہ ملا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — مٹے گی ایک دن ظلمت باطل اک دن
افق پر نورحق جلوہ نما ہے — مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے
تری قوت ہے ضرب لاالہ سے — ترا حامی علیؓ شیر خدا ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے — نہیں ہے کاردار اب ڈر کسی کا
کہ تیرے قلب میں صلِّ علیٰ ہے
مسلماں اب تجھے کیا ہو گیا ہے

صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

حافظ کرناٹکی

پرواز ترقی کی بڑھائی اس نے — آفاق تلک کی ہے رسائی اس نے
ہر ملک سنا کرتا ہے اس کی باتیں — دنیا میں الگ ساکھ بنائی اس نے
تقلید بکف راہ گذر ہے بھارت
صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

اب رشک کے قابل ہے ترقی اس کی — انداز سے آگے ہے بلندی اس کی
سب قدر کی نظروں سے اسے دیکھتے ہیں — ہر ملک سے ہے شان نرالی اس کی
سنگریزوں میں انمول گہر ہے بھارت
صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

ہر قوم حفاظت سے یہاں رہتی ہے — مل جل کے محبت سے یہاں رہتی ہے
نفرت سے نہیں کوئی سروکار اس کو — آپس میں رفاقت سے یہاں رہتی ہے
اک جائے اماں، امن نگر ہے بھارت
صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

حامل ہے اسے برتری ہر شعبے میں — دکھلائی وہ جادوگری ہر شعبے میں
یہ آگے رہا، سب رہے پیچھے پیچھے — رہبر ہوا، کی رہبری ہر شعبے میں
سب زیر ہوئے اور زبر ہے بھارت
صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

اس ملک کے انداز نرالے دیکھے — اس سچ کے ہر اک سمت حوالے دیکھے
ہے رات یہاں صبح سی روشن حافظ — ہم نے تو اندھیرے میں اجالے دیکھے
لگتا ہے کہ تصویرِ سحر ہے بھارت
صدیوں کی دعاؤں کا اثر ہے بھارت

کورونا سے مرنے والی خاتون کی دس دن بعد واپسی، شوہر حیران

اسپین میں ایک ہسپتال نے معمر خاتون کے خاندان والوں کو بتایا کہ وہ کورونا وائرس کے باعث مرگئی ہیں اوران کی تدفین کردی گئی ہے لیکن وہ خاتون دس روز کے بعد کیئر ہوم میں واپس آ گئیں۔ برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق ہسپتال میں ناموں کا ردو بدل ہونے کی وجہ سے ۸۵ سالہ خاتون روگیلیا بلانکو کے گھر والوں کو ۱۳؍جنوری کوان کی موت کی اطلاع دی گئی اور کورونا پابندیوں کے باعث خاندان کو تدفین کے لیے نہیں بلایا گیا۔ سپین کے اخبار لا ووز ڈی گیلیشیا کے مطابق خاتون جس کیئر ہوم میں رہتی تھیں وہاں ان کے خاوند بھی تھے جو انہیں سنیچر کو زندہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ خاوند نے کہا کہ میں یقین نہیں کرسکتا۔ میں اپنی بیوی کی موت کے بعد روتا رہا۔ حقیقت میں روگیلیا بلانکو کے کمرے میں ایک اور خاتون تھیں جن کی موت ہوئی تھی لیکن غلطی سے ان کا نام لکھ دیا گیا۔ کیئر ہوم کی انتظامیہ نے بتایا کہ غلطی اس وقت ہوئی جب کورونا کی شکاراس خاتون سمیت دیگر مریضوں کو ۲۹؍دسمبر کو دوسرے کیئر ہوم میں منتقل کیا گیا۔ انتظامیہ نے اس غلطی پر پچھتاوے کا اظہار کیا ہے۔ عدالت کو کہا گیا ہے کہ وہ خاتون کی موت کے حوالے سے کی گئی اس غلطی کو ریکارڈ میں درست کرے۔

بقیہ— مائیگرین....

کی شدت زیادہ ہے، لیکن میڈیسن، ڈاکٹر کی ہدایات، یوگا، مساج اور بائیو فیڈ بیک کی بدولت اس مرض پر قابو پانا آسان ہوگیا۔ اگر آپ ذہنی دباؤ پر قابو پالیں، تو اس مرض کی شدت کم ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

مائیگرین سے کیسے بچا جائے؟

اس مرض سے متعلق معلومات سے زیادہ جو چیز ضروری ہے، وہ یہ کہ اس مرض سے نجات کے طریقوں اوران ہدایات پر گفتگو کی جائے، جن کے پیش نظر اس مرض پر قابو پانا آسان ہو سکے۔ اس مرض سے نجات کا سب سے پہلا مرحلہ ڈاکٹرز سے مشاورت ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ آپ سر درد کے علاوہ مائیگرین کے مرض کی علامات (سر بھاری ہونا اور شدید درد، نظر دھندلانا، متلی کی کیفیت ہونا، چڑ چڑا پن اور اُکتاہٹ) بھی محسوس کر رہے ہیں، تو فوری طور پر اپنے فیملی ڈاکٹر سے رجوع کریں اور دی گئی میڈیسن اور ہدایات پر باقاعدگی سے عمل کریں، ساتھ ہی مندرجہ ذیل ہدایات بھی مائیگرین کے مریضوں کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

- ماہرین کے مطابق نیند کے باعث بھی مائیگرین کی بیماری لاحق ہوسکتی ہے، اس لیے کوشش کریں کہ بھرپور اور پرسکون نیند لیں۔ ان طریقوں مثلاً، پسندیدہ کتاب کا مطالعہ اور گرم پانی کا غسل کریں، جن کے بعد آپ اچھی نیند لے سکیں۔
- رات کو سونے سے قبل کی جانے والی سرگرمیوں کا خیال رکھیں، مثلاً بھاری ایکسر سائز نہ کریں۔ مرغن کھانے نہ کھائیں، نہ ہی نکوٹین اور الکحل والے مشروبات کا استعمال کریں۔ یہ تمام اشیاء اچھی نیند کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔
- روزانہ استعمال کی جانے والی غذاؤں کا خیال رکھیں۔ مثلاً نمک سے ہرہیز۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ نمک کے زیادہ استعمال سے مائیگرین کے درد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ پنیر کا استعمال کم کردیں، خاص طور پر باسی پنیر، کیونکہ پنیر میں موجود ٹائرامن مائیگرین کی شدت میں اضافہ کا باعث بن سکتے ہیں۔
- ذہنی تناؤ سے دور رہیں اپنے روزمرہ کے اسٹریس (ذہنی دباؤ) کو نظر انداز کردیا کریں۔ اسے اپنے اوپر حاوی نہ کریں، کیونکہ کوئی نہ کوئی تناؤ اس قسم کے درد کا سبب بنتا ہے۔
- مائیگرین کی صورت میں واک، سوئمنگ، سائیکلنگ، بہترین چوائس ہوسکتی ہیں۔ ایکسرسائزنگ مائیگرین کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔
- کوشش کریں کہ دیر سے نہ سوئیں اور نہ ہی صبح دیر سے جاگیں۔ اگر چھٹی کے دن دیر تک سونا ہو، تو کوئی کھڑکی تھوڑی سی کھلی رکھیں تاکہ تازہ ہوا آتی رہے۔ □□

بقیہ— امارتِ شرعیہ جیسا....

تاکہ ہم جرات وہمت کے ساتھ اپنے حقوق کے حصول کی آواز اٹھا سکیں اور ڈر اور خوف ہمارے ذہنوں سے دور ہو سکے۔ آئین ہند نے ہمیں جو آزادی اور حقوق دیئے ہیں، ان کا جاننا لوگوں کے لیے بہت ضروری ہے، بلکہ خواص طبقہ کو آئین ہند کا مطالعہ کرنا چاہیے، آئین کا کئی زبانوں میں ترجمہ موجود ہے، ذمہ دار لوگوں کو اسے ضرور پڑھنا چاہیے، آئین پر جتنا آپ کا علم گہرا ہوگا آپ کو اپنے اندر اعتماد اور مضبوطی کا احساس اسی قدر ہوگا، آئین میں ملک کے تمام باشندوں کو ہر طرح کا تحفظ حاصل ہے۔ محمود پراچہ نے سامعین کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے قضاء کے کاموں میں درپیش کئی قانونی پیچیدگیوں پر روشنی ڈالی اور ان سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے اس کا طریقہ کار بتایا۔

اس محاضرہ میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، المعہد العالی کے سکریٹری مولانا عبدالباسط ندوی، المعہد العالی کے اساتذہ مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا مفتی امتیاز احمد قاسمی، مولانا روح الامین قاسمی، امارت شرعیہ کے نائب قاضی مولانا مفتی انظار عالم قاسمی، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی، نائب مفتی مولانا احتکام الحق قاسمی، معاون قاضی مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی، معاون قاضی مولانا شمیم اکرم رحمانی، مولانا عبداللہ انس قاسمی، مولانا راشد العزیزی ندوی، مولانا امام الدین قاسمی، مولانا ضیاء الاسلام قاسمی کے علاوہ دار القضاء کے دیگر ذمہ داران و کارکنان، تربیت قضاء اور المعہد العالی کے طلبہ شریک تھے۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

دہلی میں ٹریکٹر ریلی: کسانوں نے لال قلعے پر اپنا جھنڈا لہرادیا

نئے زرعی قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے کسان دارالحکومت دہلی کے لال قلعہ میں داخل ہو گئے، اور اس کے اوپر جھنڈا لہرا دیا۔ ۲۶؍جنوری کو ملک کے یوم جمہوریہ کے موقع پر کسانوں کو ٹریکٹر ریلی نکالنے کی اجازت ملی تھی جہاں سے پولیس کے ساتھ تصادم ہوا اور انٹرنیٹ سروس بند کردی گئی ہے۔ خبر رساں ایجنسی اے این آئی نے ایک سینئر پولیس افسر کے حوالے سے بتایا ہے کہ ہم کسانوں کی یونین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ امن کو برقرار رکھنے میں تعاون کریں۔ ہم کسانوں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ طے شدہ راستے پر ہی رہیں تاہم چند نے پولیس کی رکاوٹیں توڑتے ہوئے پولیس اہلکاروں پر حملہ کر دیا۔ مقامی میڈیا اور سوشل میڈیا کی ویڈیوز کے مطابق بعض مقامات پر پولیس نے کسانوں پر آنسو گیس کے گولے داغے ہیں اور لاٹھی چارج کیا ہے تاہم کسان آگے بڑھتے رہے۔ انتہائی سخت سکیورٹی انتظامات کے درمیان منگل کو کسانوں کو دہلی پولیس سے کئی دنوں کی بات چیت کے بعد ٹریکٹر ریلی نکالنے کی اجازت ملی تھی اور انھیں ایک مخصوص راستہ دیا گیا تھا۔ کسان پولیس کی کارروائی سے سخت ناراض ہیں اور انھوں نے بعض جگہوں پر پولیس کی رکاوٹوں کو توڑ دیا ہے جس سے افراتفری کا ماحول پیدا ہوا۔ کسانوں کی ریلیاں دہلی میں داخل ہونے کے کئی راستوں سے دہلی کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہیں۔ کچھ مقامات پر پولیس کے حفاظتی انتظامات سے زیادہ کسان موجود ہیں اور تصادم کا ماحول نظر آتا ہے۔ این ڈی ٹی وی کی خبر کے مطابق ہزاروں کسان پولیس بیریکیڈ توڑ کر دارالحکومت دہلی میں داخل ہو گئے ہیں۔ خبر رساں ادارے اے این آئی کے مطابق غازی پور سرحد سے چلنے والی کسان ریلی دہلی میں داخل ہوگئی ہے اور اب وہ دہلی کے قلب میں پرگتی میدان کے پاس تک پہنچ گئی۔

دوسری جانب انڈیا میں یوم جمہوریہ کا جشن منایا جا رہا ہے۔ یہ جشن ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء میں انڈیا کے آئین کے نفاذ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ یوم جمہوریہ پرایئر شو میں پہلی بار فرانس سے حاصل کیے جانے والے طیارے رافیل نے اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ٹاپ چار ٹرینڈز میں ری پبلک ڈے اور کسان ٹریکٹر ریلی شامل ہے اور اس سے متعلقہ کئی دیگر ٹرینڈز بھی ہیں۔ ناگلوئی اور نجف گڑھ بارڈر پر بھی کسانوں پر لاٹھی چارج کی خبریں ہیں کیونکہ کسانوں نے بریکیڈ کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری جانب سنگھو بارڈر پر جہاں دو ماہ سے کسان یکجا ہیں وہاں سے بھی تصادم کی اطلاعات ہیں۔ جبکہ نوئیڈا سے دہلی کی جانب آنے والی ریلی کو اکشردھام کے مقام پر روکا جا رہا ہے۔ خیال رہے کہ اتوار کے روز دہلی پولیس نے کسانوں کو ٹکری بارڈر سے نانگلوئی اور نجف گڑھ جیسے علاقوں سے ہوتے ہوئے تقریباً ۶۵ کلومیٹر کے راستے پر ریلی کی اجازت دی تھی لیکن پھر سندھو بارڈر پر تصادم کی خبر کے بعد اسے درمیان میں ہی ناگلوئی کے بعد روک دیا گیا۔ سوشل میڈیا پر بہت سے صارف یہ الزام لگا رہے ہیں کہ مین اسٹریم میڈیا کسانوں کی ریلی پر توجہ نہیں دے رہی ہے جبکہ وہ یوم جمہوریہ کا جشن دکھانے میں مصروف ہے۔ لاٹھی چارج اور تصادم میں جہاں چند پولیس کو چوٹیں آئی ہیں وہیں بہت سے کسان بھی زخمی ہوئے ہیں۔ کسانوں کے رہنماؤں نے احتجاجی ریلی سے پرامن مارچ کی اپیل کی ہے اور سوشل میڈیا پر بھی لوگ پرامن مارچ کی بات کر رہے ہیں۔ آلٹ نیوز کے شریک بانی محمد زبیر نے ایک ویڈیو کے ساتھ لکھا کہ پولیس کے لاٹھی چارج کو طنز کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا کہ پولیس مظاہرہ کرنے والے کسانوں کو ریپبلک ڈے کی مبارکباد دے رہی ہے۔ معروف ریڈیو جاکی سائما نے لکھا کہ تمام کسان بھائیوں اور بہنوں سے اپیل ہے کہ وہ ہر قیمت پر پرامن رہیں۔ دہلی پولیس سے اپیل ہے کہ وہ لاٹھی نہ برسائیں اور حملہ نہ کریں۔ اس دن کو ہم مل کر تاریخی بنائیں۔ واضح رہے کہ انڈیا نے ستمبر کے مہینے میں تین زرعی قانون متعارف کرائے جس کی پورے ملک میں بڑے پیمانے پر مخالفت ہوئی۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ یہ ان کے حق میں نہیں ہے جبکہ حکومت بضد ہے کہ یہ کسانوں کی بھلائی کے لیے متعارف کرایا گیا ہے جبکہ ماہرین کا خیال ہے کہ اس کے دورس نتائج ہوں گے۔ کسانوں کے احتجاج کے بعد وزیر داخلہ امیت شاہ نے سکیورٹی اور پولیس افسروں کا اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس میں انڈیا کے سیکرٹری داخلہ اجے بھلا اور دہلی پولیس کے کمشنر ایس این سری واستو بھی موجود تھے۔ حکام نے دہلی کے مختلف علاقوں میں ہونے والی جھڑپوں کے بارے میں وزیر داخلہ کو آگاہ کیا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس اجلاس سے معلوم ہوتا ہے کہ سکیورٹی سے متعلق بڑے فیصلے ہوسکتے ہیں اور نیم فوجی دستوں کی تعیناتی کے امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔

ٹریکٹر پریڈ: تشدد کے بعد کانگریس نے مودی حکومت سے پوچھے چار سوال

زرعی قوانین کے خلاف کسانوں نے آج دہلی میں بڑے پیمانے پر 'ٹریکٹر پریڈ' نکالی، لیکن اس درمیان کچھ مقامات پر تشدد اور توڑ پھوڑ کے واقعات سے کسانوں کی تحریک میں بدنما داغ بھی لگ گیا۔ اس درمیان ایک طرف کسان لیڈران نے تشدد کے واقعات کو سازش ٹھہرایا ہے، تو وہیں دوسری طرف کسانوں کے ذریعہ اس طرح کے واقعات سے خود کو الگ کیے جانے کے بعد کانگریس نے ایک بیان جاری کر کسانوں کی تعریف کی ہے۔ کانگریس کے قومی ترجمان اور جنرل سکریٹری رندیپ سنگھ سرجے والا نے جاری بیان میں کہا ہے کہ آج دہلی میں ہوئے تشدد اور توڑ پھوڑ کے واقعات سے کانگریس پارٹی اور پورا ملک مایوس ہے۔ جمہوریت میں اس طرح کے واقعات کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ مظاہرہ کرنے والی کسان تنظیموں کے ذریعہ خود کو اس ناقابل قبول واقعہ سے الگ کر لینے کا واضح بیان ایک صحیح سمت میں اٹھایا گیا قدم ہے۔ مظاہرین کو اپنے مقاصد کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ عدم تشدد اور ستیہ گرہ ہی اس کسان-مزدور تحریک کی سب سے بڑی کامیابی رہی ہے۔ ہمیں پوری امید ہے کہ کسان-مزدور-غریب کا یہ اتحاد پرامن و تشدد سے پاک تحریک کے راستے پر چل کر تینوں زراعت مخالف سیاہ قوانین کی واپسی کے لیے پرعزم رہے گا۔

رندیپ سرجے والا آگے کہتے ہیں کہ کانگریس پارٹی کا صاف ماننا ہے کہ 'گن' (عوام) اور 'تنتر' (نظام) کے درمیان گزشتہ ۶۱ دنوں سے جاری تصادم کی صورت حال جمہوریت کے لیے قطعی درست نہیں ہے۔ پیغام صاف ہے کہ ملک کے عوام، نظام حکومت سے مایوس ہیں۔ ایسے میں مودی حکومت کو بھی تکبر چھوڑ کر کسان اور مزدور کے انصاف کی اپیل سننی پڑے گی۔ رندیپ سرجے والا نے جاری بیان میں متنازعہ زرعی قوانین اور کسانوں کے مطالبات کو مدنظر رکھتے ہوئے مودی حکومت سے چار اہم سوال بھی کیے ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) وزیر اعظم اور بی جے پی حکومت کو یہ سوچنا پڑے گا کہ ۶۱ دن سے بات چیت کا مکھوٹا پہن کر کسانوں کو دس بار میٹنگ کے لیے مدعو کرنا، لیکن اس دوران نہ مطالبہ پورا کرنا اور نہ ہی مناسب ترکیب پیش کرنا، کیا یہ ٹھیک ہے؟

(۲) کیا ملک کو ورغلانا اور کسان کو پریشان کرنا مناسب ہے؟

(۳) کیا ۱۷۵ کسانوں کی موت کے باوجود خود وزیر اعظم کے ذریعہ بھی ہمدردی کا مرہم تک نہ لگانا ٹھیک ہے؟

(۴) کیا مودی حکومت کے ذریعہ کسانوں کے تئیں 'تھکاؤ اور بھگاؤ' کی پالیسی اختیار کرنا ملک کے مفاد میں ہے؟

بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ وزیر اعظم، نریندر مودی کو حاکمانہ ضد چھوڑ کر عوامی حکومت کے راستے پر چلنا ہوگا۔ یہی ۷۲ ویں یوم جمہوریہ کا صحیح پیغام ہے۔ بغیر کسی تاخیر تینوں زراعت مخالف سیاہ قوانین واپس لینے ہوں گے۔ یہی ملک کے ۶۲ کروڑ ان داتاؤں کی آواز ہے اور للکار بھی۔

سیاسی جماعتوں کے لوگ تحریک کو بدنام کررہے ہیں: راکیش ٹکیت

نئی دہلی: زرعی قوانین کے خلاف دہلی کی سرحدوں پر احتجاج کر رہے کسانوں کی یوم جمہوریہ کے موقع پر نکالی گئی پریڈ کے دوران پولیس کے ساتھ کئی مقامات پر جھڑپ ہوئی جس میں ایک کسان کی موت ہوگئی۔ بھارتیہ کسان یونین کے ترجمان راکیش ٹکیت نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ سیاسی جماعتوں کے لوگ کسان تحریک میں شامل ہوکر گڑبڑی پھیلا رہے ہیں۔ وہیں، سنیوکت کسان مورچہ کے لیڈران نے ایک بیان جاری کر کے کہا ہے کہ تشدد کے واقعات سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہے اوران واقعات کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ پوچھے جانے پر کہ کیا کسان تحریک ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو بھارتیہ کسان یونین کے ترجمان راکیش ٹکیت نے کہا کہ ہم بدامنی پھیلانے کی کوشش کرنے والے لوگوں کو جانتے ہیں، ان کی پہچان کرلی گئی ہے۔ یہ لوگ سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ تحریک کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ ادھر، سنیوکت کسان مورچہ نے ایک پریس بیان جاری کر کے یوم جمہوریہ کی پریڈ میں کسانوں کا شرکت کرنے کے لئے شکریہ ادا کیا اور دہلی میں ہوئے تشدد کی مذمت بھی کی۔ بیان میں کہا گیا کہ آج کے یوم جمہوریہ کی کسان پریڈ میں غیر معمولی حصہ داری کے لئے ہم کسانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم ان غیر متوقع اور ناقابل قبول واقعات کی مذمت کرتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ ان واقعات سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

اس سے پہلے سوراج انڈیا پارٹی کے بانی یوگیندر یادو نے کہا کہ دہلی میں تین چار مقامات پر تشدد کی اطلاع موصول ہوئی ہیں۔ میں یہاں شاہجہانپور بارڈر پر پریڈ کی قیادت کر رہا ہوں۔ تین چار مقامات پر بندشیں توڑنے کی خبر ہے۔ میں لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جو روٹ طے ہے اسی پر آگے بڑھیں۔ جہاں تک تشدد کی بات ہے تو میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سنگھو بارڈر پر جو لوگ ہیں وہ ہماری تنظیم کا حصہ نہیں ہیں، وہ اس طرح کی شرارت کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ ۲۶؍جنوری کے موقع پر دہلی میں کسانوں نے ٹریکٹر مارچ نکالا۔ دہلی کے لال قلعہ پر منگل کے روز مظاہرین نے مذہبی پرچم بھی لہرادیا۔ آئی ٹی او اور نانگلوئی میں بھی دہلی پولیس اور کسانوں کے درمیان جھڑپ کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی خدمات سوسال پر محیط ہیں: مفتی خالد انور پورنوی

جمعیۃ علماء بیسا بلاک پورنیہ کا ممبر سازی مہم کو کامیاب بنانے کا ہدف، اصلاح معاشرہ عشرہ پروگرام چلانے کا فیصلہ

جمعیۃ علماء ضلع پورنیہ کی زیر قیادت خوشحالپور چوک (پورنیہ) کی جامع مسجد میں جمعیۃ علماء بیسا بلاک پورنیہ کی طرف سے تنظیمی ومشاورتی پروگرام کا انعقاد ہوا، پروگرام کی صدارت معروف صحافی، ماہنامہ ندائے قاسم پٹنہ کے ایڈیٹر جناب مفتی خالد انور صاحب پورنوی المظاہری (ناظم تنظیم وترقی جمعیۃ علماء بہار) نے کی، تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا، اجلاس کی صدارت کررہے مفتی خالد انور پورنوی صاحب نے اس موقع پر جمعیۃ علماء ہند کی خدمات پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند کی خدمات سوسال پر محیط ہیں، بھارت کی یہ سب سے بڑی جماعت ہے، ملک کی آزادی سے قبل ۱۹۱۹ء میں اس کا قیام عمل میں آیا تھا، آزادی کی جدوجہد میں جمعیۃ علماء کی قربانیوں سے بھی صدر اجلاس نے لوگوں کو روشناس کرایا، انہوں نے کہا کہ آج بھی جمعیۃ علماء ہند حوادث و مسائل کے تھپیڑوں کے رخ کو موڑنے میں مصروف وسرگرم عمل ہے۔ انہوں نے کہا: لاک ڈاؤن کے موقع پر جبکہ پورا ملک گھروں میں قید ہوگیا تھا، جمعیۃ علماء کے خدام سربکف ہوکر میدان میں کود پڑے تھے، اور پریشان حال لوگوں، بالخصوص یومیہ مزدوری کرنے والے لوگوں کے بیچ جاجا کر اشیاء خوردونوش پہنچانے کا کام انجام دے رہے تھے۔ بہار کی سرزمین میں بھی جمعیۃ علماء نے خدمت انسانیت کے اس اہم فریضہ کی تکمیل کو عبادت سمجھ کر انجام دیا اور تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپئے کی رقم سے بہار کی تمام یونیٹوں نے مل کر کھانے پینے کی چیزیں پریشان حال لوگوں کے بیچ تقسیم کیں، صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں جمعیۃ کی سوسالہ خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے لوگوں کو جمعیۃ سے مربوط ہونے کی اپیل کی، مولانا موصوف نے مکاتب کے قیام اور اس کے استحکام پر زور دیا، انہوں نے کہا کہ جلسوں میں پیشہ ور شعراء اور گویوں کو بلا کر لاکھوں روپے لٹانے سے قوم کا بھلا ہرگز نہیں ہوسکتا! قوم کی فلاح و بہبود کے لیے مکاتب کا قیام از حد ضروری ہے نیز انہوں نے جمعیۃ یوتھ کلب سے جڑ کر بھارت اسکاؤٹ اینڈ گائڈ پروگرام میں حصہ لینے کے لیے نوجوانوں کو راغب کیا اور ملک میں امن وامان و بھائی چارے کو مضبوط کرنے کے لئے جمعیۃ سد بھاؤنا منچ کے ذریعے برادرانِ وطن کے ساتھ اپنے تعلقات کو بحال رکھنے جیسے اہم موضوعات پر کلیدی خطاب کیا۔

اسی طرح جمعیۃ علماء پورنیہ کے فعال ومتحرک رکن مفتی دانش انور قاسمی مدظلہ مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں سے اپنے قائدین اور جمعیۃ علماء ہند سے اپنا رشتہ استوار رکھنے کی پرزور اپیل کی، انہوں نے کہا کہ جس طرح پتے شجر سے ٹوٹ کے ہرے نہیں رہ سکتے اسی طرح کوئی قوم اپنے اکابر علماء وقائدین سے علاحدگی اختیار کر کے کبھی بھی ترقی کی راہیں طے نہیں کرسکتی۔

واضح رہے کہ اس اہم پروگرام میں خطاب کرنے والوں میں جناب مولانا ابو صالح قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء پورنیہ، جناب مولانا شمیم اختر ندوی، جناب مفتی عبدالغنی قاسمی، جناب مولانا نور عالم محمودی، جناب ملانا وصی احمد، مفتی تنظیم مظاہری ودیگر مقامی علماء کے نام شامل رہے۔

پروگرام کو کامیاب کرنے میں جناب مفتی توقیر عابدی قاسمی، جناب قاری فیروز عالم، جناب قاری نیاز احمد، جناب حافظ رضوان اور دیگر برادرانِ خوشحال پور نے اہم کردار ادا کیا۔ اخیر میں استاذ الاساتذہ جناب مولانا عبدالجبار مظاہری کی دعاء ہوئی اور دعاء کے بعد جمعیۃ علماء بیسا بلاک کے ذمہ داران کی طرف سے ایک خوش آئند قدم کے طور پر اصلاحِ معاشرہ عشرہ کی تجویز کا باتفاقِ رائے فیصلہ لیا گیا جس کے کنوینر کے طور پر جناب مولانا شمیم اختر ندوی اور معاونین کے طور پر جناب مفتی دانش انور قاسمی اور مفتی عبدالغنی قاسمی کا انتخاب عمل میں آیا اور الحمدللہ پروگرام بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

ہندوستان وہ گلدستہ ہے جس میں ہر پھول موجود ہے اور اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے

۷۲ ویں یومِ جمہوریہ کے موقع پر ملک کے تمام شہریوں کو صدر جمعیۃ علماء آندھرا و تلنگانہ حافظ پیر شبیر احمد نے مبارکباد پیش کی

حیدرآباد، ۲۶ رجنوری ۲۰۲۱ء: آج یوم جمہوریہ کے موقع پر مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش وسابق ایم ایل سی نے ۷۲ ویں یوم جمہوریہ کی ملک کے تمام شہریوں کو مبارکبادی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان وہ گلدستہ ہے جس میں ہر پھول موجود ہے اور اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے انہوں نے کہا یہ ملک سیکولر ملک ہے اور انشاء اللہ سیکولر ملک ہی رہے گا، ہمارا ملک قومی یکجہتی، سالمیت، اخوت و بھائی چارگی، امن وامان گنگا جمنی تہذیب کی زندہ مثال رکھتا ہے۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے تاریخی اوراق مسلمانوں کی قربانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، ۳۵۰ سالہ قربانیوں کے بعد یہ اس ملک کو جمہوری بنایا گیا ہے، حقائق سامنے رکھ کر اگر دیکھا جائے تو مسلمان وہ قوم ہے جس نے ہر موڑ پر ابنائے وطن کے ساتھ ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہندوستان کو انگریزوں کے چنگل سے نکال کر اس ملک کو جمہوری ملک بنایا اور اس ملک کو جمہوری بنانے میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سوہارویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا فضل الحق خیرابادیؒ اور گاندھی جی اور دیگر ہندوں مسلم، سکھ، عیسائیوں نے بہت بڑا رول ادا کیا۔ صدر محترم نے کہا کہ ملک عزیز کی آزادی ہمارے اکابر کی مرہون منت ہے۔ ہمیں جمہوری اور سیکولر نظام حکومت کی قدر کرنی چاہئے، اسی دستور ونظام کے تحت ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کو خود مختاری حاصل ہے۔ آئینی مذہبی آزادی بھی اسی جمہوری نظام کے تحت آتی ہے، اسی لئے جمہوریت کی بقاء اور تحفظ کے لئے مدبرانہ اور موثر اقدام ضروری ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک خاص ناعاقبت اندیش وفکر مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور جمہوریت کے خلاف ہے اور اس نظام کو سبوتاز کردینا چاہتی ہیں، اس لئے عہد حاضر میں اس بات کی ضرورت دوچند ہوگئی کہ تمام محبان وطن بالخصوص علماء کرام اور ارباب مدارس جمہوری نظام کے تحفظ کے لئے پیش رفت کریں اور حکمت عملی تیار کریں، کیونکہ جب بھی ضرورت پڑی ہمیشہ اس ملک کو طوفانی موجوں اور نفرت وتعصب کے ابلتے شراروں علماء کرام اور مسلم عوام نے سب سے آگے بڑھ کر ٹھنڈا کیا ہے اور ہندوستان کو حسین وجمیل بنانے اور دنیا میں اس کا نام روشن کرنے کیلئے اہم کردار ادا کیا ہے، تمام انصاف پسند تاریخ داں اس بات کے معترف ہیں کہ علماء کرام کی جدوجہد اور ایثار و قربانی کے تذکرہ کے بغیر تاریخ حریت مکمل نہیں ہوسکتی لیکن تقسیم وطن کے ناپسندیدہ واقعہ کے بعد سے ہر سطح پر اس بات کی کوشش کی گئی کہ علماء کرام کی قربانیوں اور ان کے ایثار کو نظر انداز اور فراموش کردیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہماری اپنی صفوں میں بھی اضمحلال اور سستی پائی جاتی ہے یہی وجہ کہ ہمارے نسل نو اپنے اکابر کی قربانیوں سے ناواقف ہے، موجودہ حالات کے پیش نظر یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے کہ ہر موقع پر اپنے اسلاف کے کارناموں، ان کی قربانیوں اور ان کی حب الوطنی کو عام کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ علماء کی قربانیوں سے نئی نسل بھی واقف ہو اور نسل نو یہ جان سکے کہ اکابر امت نے اس ملک کے لئے کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں۔ واضح رہی کہ یوم جمہوریہ کے موقع پر ریاستی دفتر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش پر بھی پرچم کشائی انجام دی گئی اس موقع پر، جناب پیر ارشاد ناصر، عبدالواحد عرف بابو میاں، جناب پیر منیر احمد جابر صدر یوتھ کانگریس حلقہ عنبر پیٹھ، دفتر ریاستی جمعیۃ علماء کا اسٹاف، مولانا محمد نصیر الدین، محمد عبد اللہ اکبر اور دیگر مقامی احباب بھی موجود تھے۔

امارت شرعیہ جیسا نظام پورے ملک میں قائم کرنے کی ضرورت: محمود پراچہ

پٹنہ: امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنی ملی اور سماجی خدمات اور دار القضاء کا جتنا مضبوط ومستحکم نظام بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں قائم کیا ہے اور شعبہ دار القضاء کے ذریعہ آپسی جھگڑوں اور تنازعات کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ شریعت کے قانون کے مطابق ملکی آئین کا بھی لحاظ رکھتے ہوئے نمٹایا جارہا ہے وہ بے نظیر ہے، اس نمونے پر پورے ملک میں نظام دار القضاء کو قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ المعہد العالی جیسا ادارہ جہاں ملک کے مشہور ومعروف اداروں کے علماء اور فضلاء قضاء وافتاء کی عملی تربیت لیتے ہیں اس ادارہ کے ذریعہ پورے ملک کو نمونہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار سپریم کورٹ کے سینئر وکیل اور ماہر قانون محمود پراچہ نے المعہد العالی امارت شرعیہ کے کانفرنس ہال میں امارت شرعیہ کے ذمہ داروں اور قضا وافتاء کی تربیت حاصل کرنے والے علماء کرام کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ محمود پراچہ نے کہا کہ امارت شرعیہ نہ صرف قضاء کے میدان میں بلکہ مختلف طرح کے جدید مسائل کو حل کرنے کے سلسلہ میں ایک ماڈل اور نمونہ قائم کرسکتی ہے جس سے نہ صرف ملک کو بلکہ پوری دنیا کو رہنمائی مل سکتی ہے۔ انہوں نے امارت شرعیہ کے اس وسیع تر نظام کو دیکھ کر بہت ہی مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے یہ جان کر حیرت انگیز خوشی محسوس ہورہی ہے کہ اس طرح منظم اور مرتب انداز میں کام کرنے والا ادارہ ہمارے ملک میں موجود ہے۔ انہوں نے کئی قانونی پہلوؤں پر قیمتی محاضرہ پیش کیا۔ محمود پراچہ نے اپنے خطاب میں آئین کی اہمیت کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ جمہوری طرز حکومت میں پبلک مالک ہوتی ہے اور حکومت، عدالت، میڈیا اور انتظامیہ اس کے خدمت گار ہوتے ہیں، ہندستانی آئین پبلک اور ان خدمت گاروں کے درمیان ایک معاہدہ اور اگریمنٹ ہے اگر یہ خدمت گار اس معاہدہ اور اگریمنٹ کے مطابق پبلک کی خدمت کررہے ہیں تو وہ اپنی ذمہ داری ادا کررہے ہیں اور اگر اس معاہدہ اور اگریمنٹ کے خلاف ان کا عمل ہے تو گویا وہ اپنی ذمہ داری کو ایمانداری سے انجام نہیں دے رہے ہیں۔

محمود پراچہ نے کہا کہ ہمیں بحیثیت پبلک اپنے اس مقام کو خود سمجھنا چاہیے،

(باقی صـ۱۴ پر)

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

یوگی حکومت: جب ہزیمت ایک نشہ بن جائے

مکرمی! کہا جاتا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے لیکن کچھ بھوت ایسے بھی ہوتے ہیں جو لاتوں سے بھی نہیں مانتے۔ اس قبیل کے بھوت بہت ہی گھاگھ قسم کے ہوتے ہیں۔ نہ ان پر باتوں کا اثر ہوتا ہے، نہ طمانچوں کا اور نہ ہی لاتوں کا۔ بلکہ اگر انہیں کوئی لات نہ پڑے تو یہ بے چین سے ہوجاتے ہیں اور ایسی حرکت کرنے لگتے ہیں کہ جو انہیں لات کھانے کے شرف سے نواز دے۔ اس کہاوت کو ایک نشے کے عادی شخص کی کیفیت سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح ایک نشے کا عادی شخص اپنے نشے کو پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرتا رہتا ہے، بالکل اسی طرح بے عزتی وشرمندگی کو اپنے لیے افتخار سمجھنے والے بھی اپنے لیے راستہ تلاش کرلیتے ہیں۔

اب ہمارے اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ اجے کمار بشٹ عرف یوگی آدتیہ ناتھ جی کو ہی لے لیجیے۔ وہ مسلسل ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں جس سے عدالتیں انہیں زناٹے دار طمانچے رسید کرتی رہیں لیکن جس طرح ایک جوتے سے کوئی خاص چوٹ نہیں لگتی ہے اور سو جوتے کوئی مارتا نہیں ہے اور پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جوتے کھانے کا عادی ہوجاتا ہے، بالکل اسی طرح یوگی جی بھی عدالتوں کی پھٹکار کھاتے کھاتے اب اس کے عادی سے ہوگئے ہیں۔ تازہ ترین طمانچہ انہیں سپریم کورٹ سے ملا ہے جہاں انہوں نے ہائی کورٹ سے ڈاکٹر کفیل خان کی رہائی کو چیلنج کیا تھا۔ یہ وہی ڈاکٹر کفیل خان کا معاملہ ہے جس میں پہلے ہی ہائی کورٹ انہیں طمانچہ رسید کرچکی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یوگی جی کو اپنی غلطی کا احساس ہوجاتا اور وہ اپنی روش تبدیل کرلیتے، لیکن اگر یوگی جی خاموش بیٹھ جاتے تو پھر وہ یوگی کیسے؟

یہاں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر کفیل خان کے معاملے میں الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھنے کا سپریم کورٹ کا فیصلہ محض ایک اتفاقی ہے تو یہ غلط ہوگا کیونکہ اس سے اسی سال اگست میں الہ آباد ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں جو کچھ کہا تھا، اس پر یوگی حکومت کے پاس ایسی کوئی بنیاد نہیں تھی کہ وہ اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرتے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یوگی جی نے سپریم کورٹ میں قصداً اپنی ہزیمت کی دعوت دی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ سوچا ہو کہ سپریم کورٹ تو اپنے گھر کا ہے اور وہاں سے وہ اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرانے میں کامیاب ہوجائیں گے اور شاید اسی بنیاد پر مرکزی حکومت نے بھی انہیں اپنا کاندھا فراہم کردیا تھا۔ لیکن سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے سے نہ صرف یوگی حکومت بلکہ مودی حکومت کو بھی الٹے پیروں بھگا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، مگر رنگ پکڑنے والا خربوزہ یہ بھول جاتا ہے کہ کوئی چھری بھی اس کے انتظار میں ہے۔ سو یوگی جی کے مقدمے کی سماعت کے لیے اپنے سالیسٹر جنرل کی خدمات فراہم کرنے والی مودی حکومت بھی یوگی جی کی ہزیمت میں حصہ دار بن گئی۔ انا پرستی یوں تو ایک معیوب روش ہے، لیکن اگر اسی انا پرستی میں جہالت کا بھی عنصر شامل ہوجائے تو پھر کریلا نیم چڑھا ہوجاتا ہے۔ بی آر ڈی میڈیکل کالج میں انتظامیہ وحکومت کی لاپرواہی اجاگر ہونے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یوگی حکومت اپنی لاپرواہی سے رجوع کرتے ہوئے سینکڑوں بچوں کی جانیں بچانے کی کوشش کرنے والے ڈاکٹر کفیل کی پذیرائی کرتی، مگر بھگوان کی بھگتی کا ڈھونگ کرتے کرتے خود کو بھگوان سمجھ لینے والے یوگی جی کو یہ ہرگز برداشت نہیں ہوا کہ کوئی ان کی لاپرواہی کو آئینہ دکھائے۔ وہ تو خود کو گھورکھپور کا بے تاج بادشاہ تصور کرتے ہیں؟ ایسے میں بھلا وہ کیسے برداشت کرتے کہ کوئی ان کے ہی شہر میں ان کی لاپرواہی کو اجاگر کرے۔ سو پہلے تو ڈاکٹر کفیل خان کو معطل کیا، پھر گرفتار کیا اور جب پھر بھی جی نہیں بھرا تو ان پر اور ان پر ڈیوٹی کے دوران پرائیویٹ پریکٹس کرنے کا الزام عائد کردیا گیا۔ جبکہ ڈاکٹر کفیل خان کی خدمات کو وہ گودی میڈیا بھی پذیرائی کرنے پر مجبور ہوگئی تھی جو حکومت کے لقمے کو ہوا میں ہی اچک لیتی ہے۔

ڈاکٹر کفیل خان پر لگے الزامات کو انہیں کئی ماہ کی حراست رکھنے کے بعد محکمہ جاتی جانچ کے بعد خارج کردیا گیا لیکن ان سے معافی طلب کرنا اور انہیں ان کے نقصانات کی بھرپائی دینا تو دور علی گڑھ میں ان کی ایک تقریر کو اشتعال انگیز قرار دیتے ہوئے انہیں ممبئی سے گرفتار کرلیا گیا۔ ان پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ اپنی تقریر کے ذریعے مذہبی منافرت کو بھڑکا رہے تھے۔ انہیں ۲۹ رجنوری کو حراست میں لیا گیا مگر ۱۰ رفروری کو عدالت نے انہیں ضمانت پر رہا کردیا مگر جب ہزیمت کے نشے کے عادی یوگی حکومت نے بجائے انہیں رہا کرنے کے ان پر قومی سلامتی قانون کے تحت مقدمہ درج کرتے ہوئے دوبارہ گرفتار کرلیا تاکہ وہ رہا نہ ہوسکیں۔ حالانکہ سپریم کورٹ کے ۱۹۸۵ء میں دیئے گئے ایک حکم نامے کے مطابق ضمانت کے فوراً بعد این ایس اے نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ اس قانون کے تحت حکومت ملزم کو بغیر کورٹ میں چارج لگائے ایک سال تک حراست میں رکھ سکتی ہے۔ اب بھلا کفیل خان جیسے سماجی جہد کار کا ان سنگین الزامات سے کیا تعلق؟ لیکن جہاں اتر پردیش کی طرح اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہو وہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اگر مودی ہے تو ممکن ہے تو یوگی ہو تو کیا ناممکن ہے؟ ڈاکٹر کفیل خان کو جنوری سے ستمبر تک جیل میں رکھا گیا، لیکن ہائی کورٹ نے ڈاکٹر کفیل خان کی نظر بندی 'غیر قانونی' قرار دے کر انہیں رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح طور پر کہا کہ سرکار نے ان کی جس تقریر میں نفرت یا تشدد کو فروغ دینے کا الزام لگایا تھا اس میں ویسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ اب پھر یوگی جی کے ہزیمت اٹھانے کا نشہ جوش مارنے لگا اور انہوں نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کردیا۔ اتر پردیش کی حکومت میں اگر رتی برابر بھی شرم وحیا ہوتی تو وہ ڈاکٹر کفیل کی ملازمت بحال کرتی لیکن اگر ایسا کردیا جاتا تو یوگی جی کا ہزیمت اٹھانے کا نشہ کیونکر پورا ہوتا؟ یوگی حکومت نے ۲۶ راکتوبر کو سپریم کورٹ میں ایس ایل پی دائر کی جس پر ۱۷ ردسمبر کو سماعت ہوئی۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کو جوں کا توں برقرار رکھتے ہوئے کہا کہ اس معاملے میں ہائی کورٹ کے فیصلے سے بہتر کوئی اور فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ یوگی حکومت کے منہ پر ایک زناٹے دار طمانچے سے کم نہیں ہے، مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اس طرح کے زناٹے دار طمانچے یوگی جی کے لیے اب کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ سی اے اے کے خلاف احتجاج کرنے والوں سے لے کر لو جہاد کے معاملوں تک، تاج محل کے معاملے سے لے کر ڈاکٹر کفیل تک کے معاملے میں یوگی حکومت پر عدالتوں کے طمانچے پڑتے جارہے ہیں، مگر یوگی جی کی حکومت ہے کہ ہزیمت اٹھانے کے لیے پھر تیار ہوجاتی ہے۔

اعظم شہاب

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 22 January 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر

عارف عزیز، بھوپال

• نفرت کا یہ زہر ملک کو کہاں لیجائے گا؟ • اتر پردیش میں خواتین ہیں غیر محفوظ

• کیا بنگال اپنی ماضی کی وراثت بچا پائے گا؟

نفرت کا یہ زہر ملک کو کہاں لے جائے گا؟

ہمارے ملک کی سیاسی پارٹیاں اپنی کامیابیوں اور اپنی پالیسیوں کی تشہیر کرتے ہوئے عوام سے ان کے حق میں ووٹ مانگ سکتی ہیں لیکن ووٹ کے لیے ماحول کو پراگندہ کرنا، ماحول میں نفرت و مذہبی منافرت کا زہر گھول کر عوام کو تقسیم کرنے کی اجازت نہ ہی دستور میں دی گئی ہے اور نہ ہی کسی قانون میں۔ سماجی، مذہبی اور اخلاقی طور پر بھی یہ حرکت انتہائی مذموم قرار دی جاتی ہے لیکن فی زمانہ ملک کے سیاسی لیڈر اسی بنیاد پر عوام سے ووٹ حاصل کرنے میں لگ گئے ہیں بلکہ اب تو بیانگ دہل ہندو مسلم دشمنی کی بات کی جارہی ہے اور تقسیم کی سیاست کو ہی کامیابی کا ذریعہ سمجھا جارہا ہے۔ اس کی تازہ مثال کرناٹک بی جے پی کے ذمہ دار اور پنچایت راج وزیر کے ایس ایشورپا کا بیان ہے۔ انھوں نے میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہماری پارٹی مسلمانوں کو ٹکٹ نہیں دے گی۔ ہم ہندو دھرم کے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھنے والے فرد کو پارٹی کا ٹکٹ دیں گے، لیکن مسلمان کو نہیں۔ واضح رہے کہ ہندستان ایک ہمہ مذہبی اور ہمہ لسانی ملک ہے اور یہاں مختلف سیاسی پارٹیاں ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندستان میں سب سے بڑی اقلیت کا موقف رکھنے کے باوجود مسلمانوں کی سیاست میں کوئی وقعت نہیں ہے لیکن مسلمان ہندستان کے شہری ہیں اور انھیں اس طرح صاف طور پر پارٹی ٹکٹ سے محروم رکھنے کی بات کرنا یقیناً تشویشناک ہے حالانکہ بی جے پی نے کبھی مسلمانوں کو ٹکٹ دینے میں (ملک گیر سطح پر) پہل نہیں کی اور نہ ہی بی جے پی کے ارکان پارلیمنٹ وارکان اسمبلی میں مسلمان کی خاطر خواہ تعداد موجود ہے لیکن ایشورپا کا اس طرح کھلے عام اس بات کا اعلان یقیناً ملک کے کروڑہا شہریوں کی توہین کے مترادف ہے اور ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ ملک کے سیکولر ہندو بھی بی جے پی لیڈر کی اس بات سے اتفاق نہیں کریں گے اور اسے ملک کی تہذیب اور ثقافت کے خلاف قرار دیں گے مگر کیا کریں کہ ایسے بیانات تو بی جے پی قائدین کا طرۂ امتیاز بن چکے ہیں۔ ہر معاملے کو مذہب کی عینک سے دیکھنا، ہر بات کو مذہب سے جوڑ کر سماج میں نفرت کو بڑھاوا دینا ایک عام بات بن گئی ہے اور اگر یہ کہیں کہ بی جے پی نے اسی کو اپنی کامیابی کا منتر بنالیا ہے تو شاید غلط نہیں ہوگا۔

اترپردیش میں خواتین ہیں غیر محفوظ

ابھی گزشتہ دنوں بدایوں ضلع کے ایک گاؤں میں پچاس سال کی ایک خاتون گاؤں کے مندر میں پوجا کرنے گئی اور جب کافی دیر تک واپس نہیں لوٹی تو گھر کے افراد پریشان ہوگئے، بعد میں رات ساڑھے گیارہ بجے مندر کا پجاری دیگر دو افراد کے ساتھ شدید طور پر زخمی اس خاتون کو گھر کے پاس پھینک کر فرار ہوگیا۔

اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا اور آخر اس کی موت ہوگئی، صرف اتنے پر ہی پولیس کو فوری متحرک ہوکر کیس کی تحقیقات کرنی چاہیے تھی، لیکن لاپرواہی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رات میں ہی رشتہ داروں کی شکایت کے بعد بھی پولیس اگلے دن پہنچی اور پہلے رپورٹ درج نہیں کی، حالانکہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں بھی خاتون کی اجتماعی عصمت ریزی اور وحشیانہ طریقے سے اس کے قتل کے ابتدائی الزامات کی تصدیق ہوئی۔ رپورٹ کے مطابق اس کے نازک اعضاء بری طرح زخمی تھے، لوہے کی سلاخ سے گہرا زخم لگایا گیا تھا اور اس کا ایک پیر توڑ دیا گیا تھا۔

ظاہر ہے پوسٹ مارٹم رپورٹ پولیس کے لیے غیر سہولت بخش تھی لہٰذا اس کے بعد محض چہرہ بچانے کے لیے ایف آئی آر درج کی گئی اور چہار شنبہ کو دو ملزمین کو گرفتار کیا گیا جبکہ اصل ملزم مندر کا پجاری فرار ہوگیا اور ویڈیو بنا کر سب کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

سوال ہے جب متاثرہ خاتون کی حالت اور پھر موت کے بعد بادی النظر میں ہی واردات کی تصویر صاف لگ رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہوگا تب پولیس آخر کن وجوہات سے اصل ملزم کی بات کو درست مان کر چلتی رہی اور معاملے کو حادثہ کی شکل دینے کی کوشش کرتی رہی۔ جب پوسٹ مارٹم میں عصمت ریزی اور اس کے بعد حیوانیت کے حقائق سامنے آئے اور معاملے نے طول پکڑ لیا تب جاکر متعلقہ پولیس ملازمین اور پولیس اسٹیشن انچارج کو معطل کرنے کی بات کہی گئی۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں ہے کہ پولیس کے اس طرح کے رویہ کی وجہ سے ہی ایسے واقعات کی زمین بنتی ہے اور مجرمانہ ذہنیت کے حامل افراد سنگین جرم کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے؟

> **خواتین کی حفاظت اور احترام کی دہائی دے کر کئی قواعد وقوانین نافذ کیے جارہے ہیں مگر زمینی حقیقت یہ ہے کہ دن بہ دن اترپردیش میں خواتین کی زندگی غیر محفوظ اور مشکل ہوتی جارہی ہے۔ سماجی سطح پر حالت یہ ہوچکی ہے کہ مندر جیسی جس جگہ کو خاتون نے سب سے محفوظ جگہ مانا ہوگا، وہاں بھی اس کے خلاف ایسا سنگین جرم ہوا کہ اس سے جینے کا حق چھین لیا گیا۔ اترپردیش میں سب کچھ ٹھیک کرنے کی یقین دہانی اور دعوے کا کیا یہی مطلب ہوتا ہے؟**

یہ کوئی واحد معاملہ نہیں ہے جس میں پولیس نے لاپرواہی دِکھائی یا پھر فوری سرگرم ہوکر معاملے میں ضروری کارروائی کرنے کے بجائے ملزمین کے گمراہ کن بیانات کو ہی تحقیقات کی بنیاد مانتی رہی۔ کچھ عرصہ قبل ہاتھرس کیس میں بھی حکومت اور پولیس محکمہ کا جو رویہ سامنے آیا تھا، وہ ملزمین کے بجائے اجتماعی عصمت ریزی و وحشیانہ قتل کی شکار لڑکی اور اس کے خاندان کو ہی کٹہرے میں کھڑا کررہا تھا جبکہ بعد ازاں سی بی آئی نے تحقیقات کے بعد متاثرہ فریق کے الزامات کو درست تسلیم کیا۔ پولیس اور انتظامیہ کی لاپرواہی کی وجہ سے مجرمین کے بڑھتے حوصلے ایسی ریاست کی تصویر بنتے جارہے ہیں جسے جرائم سے پاک کرنے کا دعویٰ بڑھ چڑھ کر کیا جاتا ہے۔

خواتین کی حفاظت اور احترام کی دہائی دے کر کئی قواعد وقوانین نافذ کیے جارہے ہیں مگر زمینی حقیقت یہ ہے کہ دن بہ دن اترپردیش میں خواتین کی زندگی غیر محفوظ اور مشکل ہوتی جارہی ہے۔ سماجی سطح پر حالت یہ ہوچکی ہے کہ مندر جیسی جس جگہ کو خاتون نے سب سے محفوظ جگہ مانا ہوگا، وہاں بھی اس کے خلاف ایسا سنگین جرم ہوا کہ اس سے جینے کا حق چھین لیا گیا۔ اترپردیش میں سب کچھ ٹھیک کرنے کی یقین دہانی اور دعوے کا کیا یہی مطلب ہوتا ہے؟

کیا بنگال اپنی ماضی کی وراثت بچا پائے گا؟

کبھی بائیں بازو کا گڑھ رہ چکا مغربی بنگال گزشتہ دس سالوں سے ٹی ایم سی کے غلبے کو دیکھ رہا ہے اور بی جے پی یہاں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے بری طرح ہاتھ پیر مار رہی ہے۔ گزشتہ اسمبلی اور لوک سبھا انتخابات میں اسے اطمینان بخش کامیابی تو نہیں ملی لیکن اپنے قدم جمانے کے لیے زمین اس نے تیار کرلی۔ نیتاجی کے نام سے بی جے پی نے پہلے بہت فائدہ اُٹھایا، اس کے ساتھ جئے شری رام نعرہ بھی لگایا، لیکن اس میں خاص کامیابی نہیں ملی تو اب کھدی رامبوس، سوامی وویکانند اور گرودیو رابندرناتھ ٹیگور کے نام پر سیاست کی جارہی ہے۔ یہ دیکھنا افسوسناک ہے کہ کسی زمانے میں ملک کو نیا نظریہ، نئے تصورات اور نیا شعور عطا کرنے والا مغربی بنگال آج سیاست کی پرانی چالوں کا شکار ہورہا ہے۔

۱۹۰۵ء میں تو لارڈ کرزن کی بنگ بھنگ پالیسی کی پرزور مخالفت بنگال کے عوام نے کی تھی۔ بچے، نوجوان، ضعیف، خواتین، کسان، مزدور، تاجر، صنعت کار، ادیب، فنکار سبھی افراد انگریزی حکومت کے اس فیصلے کے خلاف سڑکوں پر اتر آئے تھے۔ آمار سونار بنگلہ اور وندے ماترم کی گونج فضاؤں میں تیرتی تھی۔ گرودیو رابندرناتھ ٹیگور کی اپیل پر لوگوں نے ایک دوسرے کو زرد دھاگے کی راکھی باندھی تھی، اس عہد کے ساتھ کہ وہ اس فیصلے کو واپس کروائیں گے اور چھ سال بعد ۱۹۱۱ء میں انگریز حکومت کو یہ فیصلہ واپس لینا ہی پڑا۔ آج ۲۰۲۱ء میں بنگال پھر تقسیم کی سیاست کا شکار بنتے جارہا ہے۔

بنگال کے عوام کو ہندو، مسلمان، اعلیٰ ذات، قبائلی، دلت جیسے طبقات میں تقسیم کرکے بیشتر سیاسی جماعتیں اپنی اپنی روٹیاں سینکنے میں مصروف ہیں۔ بی جے پی لیڈر کبھی کسی قبائلی کے گھر کھانا کھارہے ہیں، کبھی کسی کسان کے گھر۔ اس کے ساتھ ہی بی جے پی جوڑتوڑ کی سیاست میں لگ چکی ہے اور امت شاہ کی موجودگی میں ٹی ایم سی اور دیگر جماعتوں کے کئی ارکان اسمبلی نے بی جے پی کا کنول تھام لیا۔ امت شاہ نے دعویٰ بھی کردیا کہ وہ ۲۰۰ سے زائد سیٹیں جیتیں گے۔ ان کا یہ دعویٰ اس لیے بھی ہے کہ اقتدار کیسے حاصل کرنا ہے، وہ بی جے پی خوب جانتی ہے۔

ڈر اس بات کا ہے کہ اس چال میں پھنس کر مغربی بنگال کا حال خراب نہ ہوجائے، ویسے اس صوبہ کے لوگوں نے اپنے مذہبی اداروں اور سیاسی اقتدار کو کبھی خلط ملط نہیں کیا لیکن جس طرح سے بی جے پی نے یہاں اپنے حامیوں میں اضافہ کیا ہے اور اب ٹی ایم سی کے شوبھیندو ادھیکاری جیسے کچھ بااثر افراد کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتوں کے کچھ ارکانِ اسمبلی کا بی جے پی میں داخلہ کروایا گیا، اس سے یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ بی جے پی جوڑتوڑ کر اس سیاست کو آخر تک جاری رکھے گی۔ ابھی جئے شری رام کے نعرے کی جگہ جئے ماں کالی کا نعرہ لگانے کی تیاری ہے لیکن اس میں بھی ڈر یہی ہے جو ابھی نرم ہندوتو نظر آرہا ہے، وہ الیکشن آتے آتے شدت پسندی میں تبدیل نہ ہوجائے۔ مغربی بنگال کے پاس شاندار تہذیبی تاریخی وراثت ہے، لیکن صرف ماضی کے راگ سے حال نہیں سدھارا جاسکتا۔ نہ بہتر مستقبل کے وعدے کیے جاسکتے ہیں۔ یہ اسی وقت ہوگا جب بنگال کے لوگ نشاۃِ ثانیہ کے دور جیسی بیداری اور جدوجہد دِکھائیں اور قدامت پسندی کی حامل قوتوں کو سخت جواب دیں۔ ممتا بنرجی یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ □□

جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر حضرت مولانا متین الحق اسامہ کانپوری رحؒ کی حیات و خدمات پر مشتمل
هفت روزه الجمعیة دهلی کی خصوصی اشاعت
مولانا متین الحق اسامہؒ نمبر
جس میں مولانا قاسمی نوراللہ مقدہٗ کے احوالِ زندگی، قومی وملّی خدمات نیز دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے
الجمعیة کی ویب سائٹ پر ملاحظه فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ
9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیة مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

ہفت روزہ الجمعیة انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI